ماہنامہ

دسمبر 2022ء

طلوعِ اسلام

لاہور

اشاعت کا اناسی واں سال

قرآنی نظامِ ربوبیت کا پیامبر

لَا نَبِيَّ بَعْدِي (الحدیث)

حضرت محمد ﷺ کے بعد نبوت کا ہر دعویٰ باطل ہے

علامہ اقبالؒ کے ایماء اور قائد اعظمؒ کی خواہش پر 1938ء سے شائع ہونے والا ماہنامہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پرویز صاحب کے علمی اسلوبِ تحقیق کی تائید

قرآنی نظریات کی روشنی میں مغرب کے غلط تصورات کی تردید میں محترم پرویز اور ہمارے ہاں کے مفکرین نے بہت کچھ لکھا ہے۔ ان میں سے ڈاکٹر علامہ اقبالؒ، ڈاکٹر رفیع الدین احمد اور ڈاکٹر برہان احمد فاروقی کی تصنیفات سے چند اقتباسات پیش کئے جا رہے ہیں۔ جب بھی قارئین ان اقتباسات کی روشنی میں محترم پرویز صاحب کی تصنیفات کا جائزہ لیں گے تو وہ ان تمام خوبیوں کو بشمول دیگر خوبیوں کے ان میں پائیں گے۔ اس موضوع پر محترم پرویز صاحب کا موقف جاننے کے لئے خصوصی طور پر ان کی تصانیف ''انسان نے کیا سوچا'' اور ''اسلام کیا ہے'' ملاحظہ فرمائی جا سکتی ہیں۔

(1) ڈاکٹر علامہ اقبالؒ کا موقف:

1- عقل اور وحی میں تصادم نہیں بلکہ دونوں لازم و ملزوم ہیں۔

2- قرآن سے راہنمائی حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ:

(الف) اپنے زمانوں کے تقاضوں اور اپنے دور کی فکری کاوشوں سے متعارف ہوں۔

(ب) قرآن کریم کو عربی زبان اور تصریفِ آیات کی رو سے سمجھنا چاہئے اور اس پر خارجی عناصر کو اثر انداز نہیں ہونے دینا چاہئے۔

(2) ڈاکٹر محمد رفیع الدین کا موقف:

مغرب کے غلط فلسفیانہ تصورات کی تردید قرآنی نظریات سے کرتے ہوئے مصنف کے لئے ضروری ہے کہ:

1- وہ روحِ قرآن کے ساتھ پوری پوری واقفیت پیدا کریں جس کے بغیر قرآنی اور غیر قرآنی تصورات میں تمیز کرنا مشکل ہوگا۔

2- وہ مغرب کے غلط تصورات کے اصل ماخذ اور ان کے متبعین کے طرزِ خیال و عمل سے پوری پوری واقفیت پیدا کریں۔

3- وہ علم کے تمام شعبوں سے یعنی مادی، حیاتیاتی اور نفسیاتی علوم اور فلسفہ سے جو ان علوم کو جمع کر کے ایک مکمل نظریہ کائنات ترتیب دیتا ہے، اس حد تک واقف ہوں کہ ان کی ساری وسعت میں جہاں کہیں کوئی اسلامی تصور موجود ہو اسے پہچان کر لے سکیں اور استخراج اور استنباط سے مزید صحیح اسلامی تصورات کو اخذ کر سکیں۔

بقیہ صفحہ نمبر 66 پر

ماہنامہ
طلوعِ اسلام
لاہور

دسمبر 2022ء

جلد 75 | شمارہ نمبر 12

اس شمارے میں

چیئرمین: خورشید انور

مجلسِ ادارت

ڈاکٹر انعام الحق، ڈاکٹر اعجاز رسول
اقبال ادریس ایڈووکیٹ

مدیر انتظامی: محمد سلیم اختر

قانونی مشیر: ملک محمد سلیم ایڈووکیٹ

عنوان	مصنف	صفحہ نمبر
لمعات	ادارہ	4
محبتِ رسولِ اکرم ﷺ اور قائداعظم	ادارہ	5
فرموداتِ قائداعظم	ادارہ	6
کیا قائداعظم پاکستان کو سیکولر سٹیٹ بنانا چاہتے تھے؟	ادارہ	44
قائداعظم اپنوں اور غیروں کی نظر میں	ادارہ	62

ادارہ کا مضمون نگار کی تحریر سے کُلّی اتفاق ضروری نہیں۔

زرِ تعاون: 50 روپے فی پرچہ
پاکستان: 600 روپے سالانہ
رجسٹرڈ ڈاک: 1000 روپے سالانہ

ادارہ طلوعِ اسلام B-25 گلبرگ 2، لاہور 54660، (پاکستان)
Phone: 042-35714546
Cell: +92 310-4800818
idarati@gmail.com www.facebook.com/Talueislam

Bank Account Idara Tolu-e-Islam
National Bank of Pakistan, Main Market Branch Gulbarg Lahore

For Domestic Transactions
Bank A/C No: 0465004073177672

For International Transactions
IBAN:PK36NBPA0465004073177672
Swift Code: NBPAPKKAA02L

ادارہ طلوعِ اسلام (رجسٹرڈ) کی مطبوعات سے حاصل شدہ جملہ آمدن قرآنی فکر عام کرنے پر صَرف کی جاتی ہے

ناشر: عرفان راٹھور   اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز سے چھپوا کر B-25، گلبرگ II لاہور سے شائع کیا

طلوعِ اسلام

خدائے لم یزل کا دست قدرت تو، زباں تو ہے
یقیں پیدا کر اے غافل کہ مغلوبِ گماں تو ہے
پرے ہے چرخِ نیلی فام سے منزل مسلماں کی
ستارے جس کی گردِ راہ ہوں، وہ کارواں تو ہے
مکاں فانی، مکیں آنی، ازل تیرا، ابد تیرا
خدا کا آخری پیغام ہے تو، جاوداں تو ہے
حنا بندِ عروسِ لالہ ہے خونِ جگر تیرا
تری نسبت براہیمی ہے، معمارِ جہاں تو ہے
تری فطرت امیں ہے ممکناتِ زندگانی کی
جہاں کے جوہرِ مضمر کا گویا امتحاں تو ہے
جہانِ آب و گل سے عالم جاوید کی خاطر
نبوت ساتھ جس کو لے گئی وہ ارمغاں تو ہے
یہ نکتہ سرگزشتِ ملتِ بیضا سے ہے پیدا
کہ اقوامِ زمینِ ایشیا کا پاسباں تو ہے
سبق پھر پڑھ صداقت کا، عدالت کا، شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

(بانگِ درا۔علامہ اقبالؒ)

(جاری ہے)

ادارہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لمعات

طلوع اسلام کے گذشتہ نصف صدی کے فائل دیکھیں تو ان میں ایک موضوع مسلسل اور متواتر سامنے آتا دکھائی دیتا ہے کہ ہماری نئی نسلیں اس نظریہ سے بیگانہ ہو رہی ہیں جس پر مملکتِ پاکستان کی عمارت استوار ہوئی تھی۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ برصغیر پاک و ہند میں مسلمانوں کی ایک جداگانہ مملکت کی اہمیت بلکہ اس کے جواز تک کا احساس مٹتا جا رہا ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ نظریہ پاکستان کا مثبت تصور اور قائداعظم علیہ الرحمہ کی حقیقی شخصیت سامنے نہیں لائی جاتی۔ دوسری جانب اسلام دشمن، تخریبی عناصر کی طرف سے برابر یہ بتایا جاتا رہا ہے کہ پاکستان کی ساری مصیبتوں اور مشکلات کا راز تقسیم ملک کی ''بنیادی غلطی'' میں پنہاں ہے۔ جو دوست نما دشمن قیام پاکستان کے حق میں بات کرتے بھی ہیں تو کچھ ایسے کہ یہ محض ہندوؤں کی تنگ نظری کا نتیجہ تھا کہ مسلمان ان سے الگ ہونے پر مجبور ہو گئے۔ گویا مطالبۂ پاکستان کا جذبۂ محرکہ کوئی مثبت تقاضا نہیں تھا بلکہ ہندوؤں کی تنگ نظری کا منفی ردعمل تھا۔ کوئی کہتا ہے کہ یہ تحریک جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کی مفاد پرستی کی پیدا کردہ تھی۔ مذہبی پیشوائیت بڑے شد و مد سے پرچار کرتی ہے کہ مطالبہ پاکستان کی بنیاد مذہب پر تھی۔ اس کی طرف سے مذہب کا جو تصور پیش کیا جاتا ہے، اس پر نوجوان طبقہ جب غور کرتا ہے تو اس کی سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ مذہبی آزادی کے لئے الگ مملکت کی ضرورت کیا تھی۔ اس قسم کی مذہبی آزادی تو دنیا کے ہر سیکولر ملک کی طرح ہندوستان میں مسلمانوں کو آج بھی حاصل ہے۔ متحدہ ہندوستان کے حامی نیشنلسٹ مسلمان قائداعظم کی ذات پر یہ الزام لگانے میں بھی نہیں شرماتے کہ تحریک تقسیم ہند انگریزوں کی اسکیم تھی اور قائداعظم ان کے آلۂ کار تھے۔

پاکستان کی جداگانہ مملکت اور قائداعظم علیہ الرحمہ کی سیرت و کردار کے خلاف اس قسم کا متواتر اور منظم پروپیگنڈہ روز اول سے ہوتا رہا ہے۔ طلوع اسلام اربابِ حل وعقد اور اصحاب فکر و نظر کی توجہ اس جانب بار بار مبذول کراتا رہا ہے کہ اگر اس کا سد باب نہیں کیا گیا تو خدانخواستہ پاکستان کی سالمیت ہی معرضِ خطر میں آ جائے گی۔ اس کے سد باب کا طریق یہ ہے کہ قوم کے تعلیم یافتہ نوجوان طبقہ کے سامنے اس نظریہ کو پوری وضاحت کے ساتھ پیش کیا جائے جو مطالبۂ پاکستان کی بنیاد تھا اور ہمارے لئے علیحدہ مملکت کا وجہ جواز بنا۔ قائداعظم کی سیرت و کردار کے تابندہ نقوش جو پاکستان کو وجود میں لانے کا ایک بڑا سبب تھا، عوام کے ذہن نشین کرائے جائیں۔ 25 دسمبر جو قائداعظم علیہ الرحمہ کا یوم پیدائش ہے، کی مناسبت سے ہم زیر نظر شمارہ میں ماہنامہ طلوع اسلام کی فائلوں سے فرموداتِ قائداعظم، اور قائداعظم سے متعلق چھپنے والے دیگر مضامین و مقالات میں سے کچھ پھول چن کر آپ کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں تاکہ تحریکِ پاکستان کا حقیقی پس منظر اور قائداعظم کی سیرت کے تابناک گوشوں کا منظر ایک بار پھر تازہ ہو جائے اور یوں ہم اپنے محسن قائداعظم محمد علی جناح علیہ الرحمہ کے یوم ولادت کے موقع پر ان کے شایانِ شان ہدیۂ تحسین و تبریک پیش کر سکیں۔

ادارہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محبتِ رسولِ اکرم ﷺ اور قائداعظمؒ

☆''میں نے بالآخر (Lincoln's Inn) میں داخل ہونے کا فیصلہ کیا۔ یہ اس لئے کہ اس کے بڑے دروازہ پر دنیا کے ممتاز ترین مقننین کی جو فہرست کندہ تھی اس میں نبی اکرمؐ کا اسمِ گرامی بھی شامل تھا''۔

(p-9.(Hector Bolitho-Jinnah

(عظمت کردار کا گوہرِ تابدار' ص ۲۷' دوسرا ایڈیشن)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''آج ہم یہاں دنیا کی عظیم ترین ہستیؐ کو نذرانۂ عقیدت پیش کرنے کے لئے جمع ہوئے ہیں۔ حضور ﷺ کی عزت و تکریم کروڑوں عام مسلمان ہی نہیں کرتے بلکہ دنیا کی تمام عظیم شخصیتیں آپ ﷺ کی بارگاہ میں سر جھکاتی ہیں۔ میں ایک عاجز ترین۔ انتہائی خاکسار بندۂ ناچیز ایسی عظیم بلکہ عظیموں کی بھی عظیم ترین ہستیؐ کو بھلا کیا اور کیسے نذرانۂ عقیدت پیش کر سکتا ہوں۔ رسول اکرم ﷺ عظیم مصلح تھے' عظیم رہنما تھے' عظیم واضع قوانین تھے' عظیم سیاستدان تھے عظیم حکمران تھے''۔

(جشن میلاد النبی ﷺ ' بار ایسوسی ایشن' 25 جنوری 1948ء) (عظمت کردار کا گوہرِ تابدار' ص:29' دوسرا ایڈیشن)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''14 اگست 1947ء کو پاکستان کی پہلی مجلسِ دستور ساز سے خطاب کرتے ہوئے لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے ناصحانہ انداز میں کہا کہ مجھے امید ہے کہ پاکستان میں غیر مسلم اقلیتوں سے اسی قسم کا رواداری اور حسن سلوک کا ثبوت دیا جائے گا جیسا شہنشاہِ اکبر نے روا رکھا تھا۔ یہ سن کر قائداعظمؒ نے جھٹ سے جواب دیا کہ

غیر مسلموں کے ساتھ حسن سلوک کے لئے ہمیں کسی اکبر کی طرف دیکھنے کی ضرورت نہیں۔ ہمارے سامنے ہمارے رسول مقبول ﷺ کا اسوۂ حسنہ ہے جنہوں نے عیسائی اور یہودی اقلیتوں سے ایسی کشادہ ظرفی کا برتاؤ کیا تھا جس کی مثال تاریخ عالم میں نہیں ملے گی۔ ہم اس رسول ﷺ کے اسوۂ حسنہ کا اتباع کریں گے''۔

(عظمت کردار کا گوہرِ تابدار' ص:29 دوسرا ایڈیشن)

ادارہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فرمودات قائداعظمؒ

قرآن کریم

☆''میں نہ کوئی مولوی ہوں نہ ملا' نہ مجھے دینیات میں مہارت کا دعویٰ ہے' البتہ میں نے قرآن مجید اور قوانینِ اسلامیہ کے مطالعہ کی اپنے طور پر کوشش کی ہے' اس عظیم الشان کتاب کی تعلیمات میں انسانی زندگی کے ہر باب کے متعلق ہدایات موجود ہیں' زندگی کا روحانی پہلو ہو یا معاشرتی' سیاسی ہو یا معاشی غرض یہ کہ کوئی شعبہ ایسا نہیں جو قرآنی تعلیمات کے احاطے سے باہر ہو''۔

(عثمانیہ یونیورسٹی' حیدرآباد دکن' 1941ء)

(طلوع اسلام' جنوری 1948ء صفحہ:55)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''بعض لوگ نکتہ چینی کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اسلام کیا ہے؟ یہ لوگ یہ بھی اعتراض کرتے ہیں کہ میں اسلام سے ناواقف ہوں' میں نے قرآن کریم کو بار بار بغور پڑھا ہے اور جب میں نے یہ کہا تھا کہ پاکستان میں اسلامی نظام قائم ہوگا تو یہ محض ادعا اور بڑ نہیں تھی''۔ (طلوع اسلام' فروری 1959ء صفحہ:70)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''اسلامی حکومت کے تصور کا یہ امتیاز پیشِ نظر رہنا چاہئے کہ اس میں اطاعت اور وفا کیشی کا مرجع خدا کی ذات ہے جس کی تعمیل کا عملی ذریعہ قرآن مجید کے احکام اور اصول ہیں' اسلام میں اصلاً نہ کسی بادشاہ کی اطاعت ہے نہ پارلیمان کی' نہ کسی اور شخص یا ادارے کی' قرآن کریم کے احکام ہی سیاست و معاشرت میں ہماری آزادی اور پابندی کے حدود متعین کرسکتے ہیں اسلامی حکومت دوسرے الفاظ میں قرآنی اصول اور احکام کی حکمرانی ہے''۔

(عثمانیہ یونیورسٹی' حیدرآباد دکن 1941ء)

(طلوع اسلام' جنوری 1966ء صفحہ:14)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''آپ نے مجھ سے ایک پیغام کی خواہش کی ہے۔ میں بھلا آپ کو کیا پیغام دے سکتا ہوں' روشنی اور راہنمائی کے لئے تو ہم سب قرآن کے عظیم ترین پیغام سے فیضیاب ہیں''۔

(فرنٹیئر مسلم اسٹوڈنٹس کانفرنس'4اپریل1943ء)،(طلوع اسلام' جنوری1966ء'صفحہ:47)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''جب ہمارے پاس قرآن کریم ایسی مشعلِ ہدایت موجود ہے تو پھر ہم اس کی روشنی میں ان اختلافات کو کیوں نہیں مٹا سکتے؟''۔ (پیغام عید'13نومبر1945ء)(طلوع اسلام' ستمبر1972ء'صفحہ:30)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''اس حقیقت سے' سوائے جہلاء کے ہر شخص واقف ہے کہ قرآن مسلمانوں کا ضابطۂ حیات ہے۔ یہ ضابطۂ حیات' مذہب' معاشرت' تجارت' عدل' فوج' سول' فوجداری کے تمام قوانین کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔ مذہبی رسوم ہوں یا روزمرہ کی زندگی کے عام معاملات' روح کی نجات کا سوال ہو یا بدن کی صفائی کا' اجتماعی واجبات کا سوال ہو یا انفرادی حقوق کا' اخلاقیات کا معاملہ ہو یا جرائم کا' اس دنیا میں مجرموں کی سزا کا سوال ہو یا آخرت کی عقوبت کا' ان تمام معاملات کے لئے اس ضابطہ میں قوانین موجود ہیں' اسی لئے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تھا کہ ہر مسلمان کو قرآن کا نسخہ اپنے پاس رکھنا چاہئے اور اس طرح اپنا مذہبی پیشوا آپ بن جانا چاہئے''۔ (عید کا پیغام'1945ء)(طلوع اسلام' جنوری1960ء'صفحہ:73)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''اس وقت میدان سیاست میں ہندوؤں اور مسلمانوں کی جنگ ہو رہی ہے' لوگ پوچھتے ہیں کہ کون فتح یاب ہوگا' علم غیب تو خدا کو ہے' لیکن میں ایک مسلمان کی حیثیت سے علیٰ روس الاشہاد کہہ سکتا ہوں کہ اگر ہم قرآن مجید کو اپنا آخری اور قطعی رہبر بنا کر ثبات واستقامت پر کاربند رہیں اور اس ارشاد خداوندی کو کبھی فراموش نہ کریں کہ مسلمان سب بھائی بھائی ہیں تو ہمیں دنیا کی کوئی طاقت یا کئی طاقتوں کا مجموعہ بھی مغلوب نہیں کرسکتا''۔

(جلسۂ عام حیدرآباد دکن'11جولائی1946ء)

(طلوع اسلام' فروری1966ء'صفحہ:39)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''وہ کیا چیز ہے جس نے مسلمانوں کو ایک رشتے میں پرو رکھا ہے' وہ کون سی چٹان ہے جس پر ان کی ملی عمارت کی بنیاد ہے' وہ کونسا لنگر ہے جس سے ان کی کشتی بندھ رہی ہے؟

ان سوالوں کا جواب ایک ہی ہے اور وہ یہ کہ یہ محکم رشتہ' یہ سنگین چٹان' یہ آہنی لنگر خدا کی وہ کتابِ عظیم (قرآن کریم) ہے جس نے تمام مسلمانوں کو جسدِ واحد بنا رکھا ہے' مجھے یقین ہے کہ جوں جوں ہم آگے بڑھتے جائیں گے ہم میں وحدت

زیادہ ہوتی جائے گی' اس لئے کہ ہمارا خدا ایک' خدا کی کتاب ایک' اس کا رسول ایک' اس لئے ہماری ملت بھی ایک ہے''۔

(مسلم لیگ کراچی سیشن میں تقریر)

(طلوع اسلام' جنوری 1960ء صفحہ:69)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''اس حقیقت سے ہر مسلمان باخبر ہے کہ قرآن کے قوانین صرف مذہبی اور اخلاقی حدود تک محدود نہیں' گبنؔ ایک مقام پر لکھتا ہے کہ بحر اٹلانٹک سے لے کر گنگا تک ہر جگہ قرآن کو ضابطۂ حیات کے طور پر مانا جاتا ہے جس کا تعلق صرف الٰہیات تک نہیں بلکہ وہ مسلمانوں کے لئے سول اور فوجداری قوانین کا ضابطہ ہے جس کے قوانین نوع انسان کے تمام احوال و اعمال کو محیط ہیں اور وہ منشائے خداوندی کے مظہر ہیں۔ اس حقیقت سے سوائے جہلا کے ہر شخص واقف ہے کہ قرآن مسلمانوں کا ضابطہ حیات ہے۔ مذہب' معاشرت' تجارت' عدالت' فوج' سول اور فوجداری کے تمام قوانین کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے' مذہبی رسوم ہوں یا روزمرہ کی زندگی کے عام معاملات۔ روح کی نجات کا سوال ہو یا بدن کی صفائی کا۔ اس دنیا میں مجرموں کی سزا کا سوال ہو یا آخرت کی عقوبت کا' ان تمام معاملات کے لئے اس ضابطے میں قوانین موجود ہیں اسی لئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا کہ ہر مسلمان کو قرآن کا نسخہ اپنے پاس رکھنا چاہئے''۔

(تقاریر و تحریراتِ جناحؒ حصہ دوم صفحہ:405)

(طلوع اسلام' جنوری 1964ء صفحہ:8)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''ہم (ہندوؤں کی طرف سے) ایک ایسی سازش کا شکار ہوئے ہیں جو بڑی گہری اور سوچ سمجھ کر اختیار کی گئی تھی اور جسے دیانت' شجاعت اور عزت کے ابتدائی اصولوں کو بالائے طاق رکھ کر بروئے کار لایا گیا ہے' ہم بحضور رب العزت سجدہ ریز ہیں کہ اس نے ہمیں ایسی ہمت اور یقینِ محکم عطا فرمایا' جس سے ہم نے شر کی ان تمام قوتوں کا پورا پورا مقابلہ کیا۔ اگر ہم نے قرآن کریم سے راہنمائی حاصل کی تو میں ایک بار پھر کہتا ہوں کہ آخرالامر کامیابی ہماری ہی ہوگی' میرا آپ سب سے اور ان تمام افراد سے جن تک میرا یہ پیغام پہنچے' مطالبہ یہ ہے کہ آپ پاکستان کو اسلام کا محکم قلعہ بنانے اور اپنے آپ کو ایک ایسی عظیم ملت کی شکل میں تعمیر کرنے کے لئے جس کا مقصد ملک کے اندر اور باہر امن قائم کرنا ہو' عندالضرورت سب کچھ قربان کر دینے کا عہد کریں''۔

(یونیورسٹی اسٹیڈیم لاہور' 3 اکتوبر 1947ء)

(طلوع اسلام' جنوری 1961ء صفحہ:42)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''اگر ہم قرآن مقدس سے تحریک اور ہدایت حاصل کریں تو میں ایک بار پھر کہتا ہوں کہ آخری فتح ہماری ہوگی''۔

(طلوع اسلام' فروری 1959ء صفحہ:69)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''تیرہ صدیاں گذر جانے پر بھی اچھے اور برے احوال وظروف کے باوجود جن سے مسلمان گزرے ہیں' ہم لوگ اپنی عظیم اور مقدس کتاب پر نازاں ہی نہیں رہے ہیں بلکہ ان تمام زمانوں میں اس کے جملہ اصولوں کے ساتھ ہمارا تعلق برقرار رہا ہے''۔ (طلوع اسلام' فروری 1959ء' صفحہ:70)

☆☆☆☆☆☆☆

رَسُول اکرم ﷺ

☆''اس اسکیم کو پیش کرتے ہوئے جو اصول میرے دل کی گہرائیوں میں جاگزیں تھا وہ مسلم ڈیموکریسی کا اصول تھا یہ میرا ایمان ہے کہ ہماری نجات اس ذاتِ اقدس واعظم حضور رسالتمآب ﷺ کے اسوۂ حسنہ کے اتباع میں مضمر ہے جس نے ہمیں قانون (خداوندی) عطا فرمایا' آیئے ہم اپنی جمہوریت کی بنیاد سچے اسلامی اصولوں پر رکھیں' ہمارے خدا نے ہمیں سکھایا ہے کہ ہماری مملکت کے معاملات باہمی مشاورت سے طے پائیں''۔

(سبی دربار بلوچستان' 14 فروری 1948ء) (طلوع اسلام' جنوری 1961ء' صفحہ:42)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''اسلام اپنے دائرہ اخوت میں ذات پات کا کوئی امتیاز گوارہ نہیں کرتا' خود نبی اکرم ﷺ نے ان امتیازات کو ختم کیا اور سرزمین عرب میں ایک ہیئت اجتماعیہ قائم کی' یہ اسی ذات اقدسؐ کی قائم کردہ اساسِ محکم تھی جو مسلمانوں کو اطراف واکنافِ عالم میں بڑھا کر لے گئی اور ایک دن وہ اسپین تک کے دروازوں کو دستک دے رہے تھے''۔

(پنجاب مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن' 8 مارچ 1944ء) (طلوع اسلام' جنوری 1966ء' صفحہ:48)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''میرا ایمان ہے کہ ہماری نجات کا واحد ذریعہ اس سنہری اصولوں والے ''ضابطۂ حیات'' پر عمل کرنا ہے' جو ہمارے عظیم واضعٔ قانونؐ پیغمبر اسلام نے ہمارے لئے قائم کر رکھا ہے ہمیں اپنی جمہوریت کی بنیادیں سچے اسلامی اصولوں اور تصورات پر رکھنی چاہئیں' اسلام کا سبق یہ ہے ''مملکت کے امور ومسائل کے بارے میں فیصلے باہمی مشوروں سے کیا کرو''۔

(سبی دربار' بلوچستان' 14 فروری 1948ء)

☆☆☆☆☆☆☆

اسلام

☆''معاشی احیاء ہو یا سیاسی آزادی اسے آخرالامر زندگی کے کسی گہرے مفہوم پر مبنی ہونا چاہئے اور مجھے یہ کہنے کی اجازت دیجئے کہ ہمارے نزدیک زندگی کا وہ گہرا مفہوم اسلام اور روح اسلام ہے''۔

(پیغام عید13 نومبر1939ء)(طلوع اسلام' ستمبر1972ء صفحہ:26)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''یہ حقیقت واضح ہو جانی چاہئے کہ مسلم لیگ کسی کو یہ اجازت نہیں دے گی کہ وہ مسلمانوں میں اس قسم کے ہتھکنڈے بروئے کار لائے' ہمارا اوڑھنا بچھونا صرف اسلام ہے' یہاں شیعہ اور سنی تک کا کوئی سوال نہیں' ہم ایک ہیں اور ایک قوم کی طرح حرکت میں آئیں گے' یہی وہ صورت ہے جو حصول پاکستان میں کامیابی سے ہمکنار کرے گی''۔

(پنجاب مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن' 8 مارچ 1944ء)(طلوع اسلام' جنوری 1966ء صفحہ:48)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''اسلامی اصولوں کا کوئی جواب نہیں ہے۔ آج بھی یہ اصول زندگی میں اسی طرح قابلِ نفاذ ہیں جیسے کہ یہ تیرہ سو سال پہلے تھے''۔ (طلوع اسلام' فروری 1959ء صفحہ:70)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''کوئی شبہ نہیں کہ بہت سے لوگ ہمارا مدعا پوری طرح نہیں سمجھتے' جب ہم اسلام کا ذکر کرتے ہیں تو اسلام محض چند عقیدوں' روایتوں اور روحانی تصورات کا مجموعہ نہیں۔ اسلام ہر مسلمان کے لئے ایک ضابطہ بھی ہے جو اسکی زندگی اور کردار کو سیاست اور معیشت تک کے معاملات میں انضباط دیتا ہے''۔ (طلوع اسلام' فروری 1959ء' صفحہ:70)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''ذات برادری کی تقسیم اور شیعہ سنی کی تفریق ہمیں ایک قوم نہیں بننے دے گی' ان تفریقات کو ختم کر دیجئے۔ یاد رکھئے! ہماری کشتی کا لنگر اور ہماری عمارت کی بنیاد اسلام ہے''۔

(پنجاب مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن' مارچ 1944ء)(طلوع اسلام' ستمبر 1972ء' صفحہ:26)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''اگر کوئی چیز اچھی ہے تو عین اسلام ہے اگر کوئی چیز اچھی نہیں ہے تو یہ اسلام نہیں ہے' کیونکہ اسلام کا مطلب عین انصاف ہے''۔ (میمن چیمبر آف کامرس' بمبئی' 27 مارچ 1947ء)

☆☆☆☆☆☆☆

☆ ’’پاکستان کا قیام جس کے لئے ہم گذشتہ دس سال سے مسلسل کوشش کر رہے تھے اب خدا کے فضل سے ایک حقیقت ثابتہ بن کر سامنے آ چکا ہے، لیکن ہمارے لئے اس آزاد مملکت کا قیام مقصود بالذات نہیں تھا بلکہ ایک عظیم مقصد کے حصول کا ذریعہ تھا۔ ہمارا مقصد یہ تھا کہ ہمیں ایک ایسی مملکت مل جائے جس میں ہم آزاد انسانوں کی طرح رہ سکیں اور سانس لے سکیں اور جس میں ہم اپنی روشنی اور ثقافت کے مطابق نشوونما پا سکیں اور جہاں اسلام کے عدلِ عمرانی کے اصول آزادانہ طور پر روبہ عمل لائے جا سکیں‘‘۔　　(خالق دینا ہال کراچی میں خطاب 11 اکتوبر 1947ء) (طلوعِ اسلام، جنوری 1961ء، صفحہ: 21)

☆☆☆☆☆☆☆

☆ ’’اپنے میں حوصلہ پیدا کیجئے، موت سے خوف نہ کھائیے ہمارے مذہب نے یہی سکھایا ہے کہ ہمیشہ موت کے لئے تیار رہنا چاہئے، پاکستان اور اسلام کی عزت بچانے کے لئے ہمیں موت کا مقابلہ بہادری سے کرنا چاہئے، مسلمان کے لئے اس سے بہتر وسیلۂ نجات اور کوئی نہیں ہو سکتا کہ حق کی خاطر شہید کی موت مرے‘‘۔　　(جلسہ عام لاہور، 30 اکتوبر 1947ء)

☆☆☆☆☆☆☆

☆ ’’اسلام ہماری زندگی اور ہمارے وجود کا بنیادی سرچشمہ ہے، اسلام نے ہمارے ثقافتی اور تہذیبی ماضی اور ہماری گذشتہ روایات کو عرب دنیا سے اتنا وابستہ، گہرا اور قریب کر رکھا ہے کہ اس امر میں تو کسی کو شبہ ہی نہیں ہونا چاہئے کہ ہم عربوں اور ان کے مسائل اور مقاصد سے مکمل ترین ہمدردی رکھتے ہیں۔‘‘　　(شرقِ اردون کے سفیر کے استقبال پر، 24 دسمبر 1947ء)

☆☆☆☆☆☆☆

☆ ’’ہم نے پاکستان کا مطالبہ ایک زمین کا ٹکڑا حاصل کرنے کے لئے نہیں کیا تھا بلکہ ہم ایک ایسی تجربہ گاہ حاصل کرنا چاہتے تھے جہاں ہم اسلام کے اصولوں کو آزما سکیں‘‘۔　　(اسلامیہ کالج پشاور، 13 جنوری 1947ء)

☆☆☆☆☆☆☆

☆ ’’اسلام اور اس کی عالی نظری نے جمہوریت سکھائی ہے، اسلام نے مساوات سکھائی ہے، ہر شخص سے انصاف اور رواداری کا حکم دیا ہے، کسی بھی شخص کے پاس کیا جواز ہے کہ وہ عوام الناس کے لئے انصاف اور رواداری پر اور دیانت داری کے اعلیٰ معیار پر مبنی جمہوریت، مساوات اور آزادی سے گھبرائے‘‘۔　　(کراچی بار ایسوسی ایشن، 25 جنوری 1948ء)

☆☆☆☆☆☆☆

☆ ’’میں تو یہ سمجھ ہی نہیں سکا کہ لوگوں کو اس استفسار کی ضرورت کیوں پڑ رہی ہے کہ پاکستان کا آئین اسلامی ہوگا یا نہیں؟ اسلامی اصول تو ایسے ہیں جن کی نظیر دنیا میں کوئی پیش نہیں کر سکتا۔ یہ اصول آج بھی اسی طرح کارآمد ہیں جس طرح آج سے تیرہ سو سال پیشتر تھے‘‘۔　　(سندھ بار ایسوسی ایشن، 25 جنوری 1948ء) (طلوعِ اسلام، مارچ 1948ء، صفحہ: 100)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''مغرب کے معاشی نظام نے نوعِ انسانی کے لئے لاینحل مسائل پیدا کر دیئے ہیں' اس نظام کی رو سے ہم اپنا نصب العین یعنی عوام کی مرفہ الحالی اور اطمینان کبھی حاصل نہیں کر سکتے' لہٰذا ہمیں اپنا راستہ آپ تراشنا چاہئے اور دنیا کے سامنے وہ نظام پیش کرنا چاہئے جو اسلام کے نوعِ انسانی کی مساوات اور عدل عمرانی کے تصور پر مبنی ہو''۔

(آخری تقریر اسٹیٹ بینک' یکم جولائی 1948ء) (طلوع اسلام' دسمبر 1955ء' صفحہ:9)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''ہم بحث و تمحیص کرتے تھک گئے ہیں۔ کسی سے مدد مانگنا بے سود ہے۔ دنیا میں کوئی بھی عدالت نہیں جس سے ہم دادخواہی کر سکیں۔ ہماری آخری عدالت ملتِ اسلامیہ ہے اور ہم اسی کے فیصلے کی پابندی کریں گے''۔

(مسلم لیگ کونسل اجلاس لکھنؤ میں تقریر) (طلوع اسلام' جنوری 1966ء' صفحہ:34)

☆''پاکستان کا دستور ابھی بننا ہے اور یہ پاکستان کی دستور ساز اسمبلی بنائے گی' مجھے نہیں معلوم کہ اس دستور کی شکل و ہیئت کیا ہوگی؟ لیکن اتنا یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ یہ جمہوری نوعیت کا ہوگا اور اسلام کے بنیادی اصولوں پر مشتمل۔ ان اصولوں کا اطلاق آج کی عملی زندگی پر بھی اسی طرح ہو سکتا ہے جس طرح تیرہ سو سال پہلے ہوا تھا۔ اسلام اور اس کے نظریات سے ہم نے جمہوریت کا سبق سیکھا ہے' اسلام نے ہمیں انسانی مساوات' انصاف اور ہر ایک سے رواداری کا درس دیا ہے ہم ان عظیم الشان روایات کے وارث اور امین ہیں' اور پاکستان کے آئندہ دستور کے معمار اور بانی کی حیثیت سے ہم اپنی ذمہ داریوں اور فرائض سے بخوبی آگاہ ہیں''۔ (امریکی نامہ نگار سے انٹرویو فروری 1948ء)

☆☆☆☆☆☆☆

مسلمان

☆''میرا اب بھی یقین ہے کہ مسلمان ہر دوسری قوم سے بہتر سیاسی دماغ رکھتے ہیں۔ سیاسی ذکاوت ان کے خون میں رچی ہوئی ہے اسلام کی حرارت ان کے رگ و پے میں دوڑ رہی ہے۔ جب میں نے یہ محسوس کیا کہ ہمارے فیصلے چند آدمیوں کے فیصلے نہیں بلکہ پوری قوم کی آواز ہیں تو میں خوشی خوشی پیش قدمی کا حکم دوں گا اور سب سے پہلے سینے پر گولی کھانے کے لئے آگے بڑھوں گا' اس سے قبل کہ میں آگے بڑھنے کا حکم دوں' میں یہ یقین حاصل کرنا چاہتا ہوں کہ دشمنوں پر فتح پانے کے معقول امکانات موجود ہیں''۔ (مسئلہ دستور ہند از نواب زادہ لیاقت علی خان) (طلوع اسلام' اکتوبر 19ء صفحہ:23)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''میں ہر مسلمان سے کہوں گا کہ اسلام آپ میں سے ہر ایک سے اور مجموعی طور پر سب سے یہ توقع رکھتا ہے کہ اپنا فریضہ سرانجام دیں اور اپنی ملت کی حمایت میں اس طرح ''بنیان' مرصوص'' بن کر کھڑے ہو جائیں گویا سب یک نفس ہیں''۔

(عثمانیہ یونیورسٹی' 28 ستمبر 1941ء) (طلوع اسلام' دسمبر 1960ء' صفحہ:29)

☆''میرا فوج سے کوئی تعلق نہیں، میں خونریزی کی ان تفاصیل میں بھی نہیں جانا چاہتا' لیکن مجھے احساس ہے کہ جب پینسٹھ فیصد فوج مسلمانوں پر مشتمل ہے تو مسلم لیگ کی مہم فوج کے ایک عظیم طبقہ پر اثر انداز ہوگی اور اس کے علاوہ سرحدی قبائل میں بھی ایک آگ سی بھڑک اٹھے گی' اخباری اطلاعات کے مطابق افغانستان' ایران' عراق' ترکی' مصر جیسے مسلم ممالک کو مسلمانانِ ہند کے مطالبات سے پوری ہمدردی ہے اور وہاں کے اخبارات بھی مطالبۂ پاکستان کی پرزور تائید کررہے ہیں۔اس بناء پر مجھے یقین ہے کہ اگر برطانوی حکومت اور مسلمانوں میں لڑائی چھڑ گئی تو لازماً وہ تمام ممالک اس کا اثر قبول کریں گے''۔

(پریس کانفرنس دلی' 13 ستمبر 1942ء)(طلوع اسلام' جنوری 1966ء' صفحہ:44)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''فرض کیجئے کہ برطانوی پالیسی کے خلاف تلخی اور غم وغصے سے کام لیتے ہوئے مجھے یہ اعلان کرنا پڑے کہ برطانوی حکومت کے خلاف عدم تعاون کا سلسلہ شروع کر دیا جائے تو پھر مجھ پر یقین کیجئے کہ ان مشکلات کے مقابلے میں جن سے وہ (کانگریس) آج دوچار ہے اسے پانچ سو گنا زیادہ مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔سوال اسلحہ کا نہیں' اس کے بغیر بھی ہم پانچ سو گنا آفتیں برپا کرنے کی قوت رکھتے ہیں یہ اس ملک کا ہر ذی فہم آپ کو بتا دے گا۔میرا مقصد ہندوؤں کو مرعوب کرنا نہیں بلکہ مسلمان سرشت ہی اس خمیر سے ترتیب پائی ہوئی ہے''۔ (طلوع اسلام' جنوری 1966ء' صفحہ:43)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''گذشتہ دوصدیوں سے مسلم ہندوستان کی کیفیت اس جہاز کی سی چلی آرہی تھی' جس کے پتوار نہ ہوں' اس کا کوئی ناخدا نہ ہو اور وہ چٹانوں سے بھرپور سمندر میں ہچکولے کھا رہا ہو۔دوسو سال سے وہ شکستگی' بدنظمی اور ابتری کے عالم میں برابر سطحِ آب پر تیرتا چلا آرہا ہے۔1936ء میں بہت سے رفقاء کو لے کر ہم نے اس کی مرمت شروع کی' آج یہ جہاز حیرت انگیز چپوؤں سے آراستہ ہے اور اس کا ناخدا اسے ساحل تک پہنچانے کا عزم لئے ہوئے ہے' اس کے کل پرزے اب ٹھیک کام کررہے ہیں۔اسے وفادار ملاحوں اور کمانڈروں کی خدمات حاصل ہیں اور گذشتہ پانچ برس سے وہ ایک عظیم معرکہ میں شریک ہے''۔

(خطاب یوم ولادت' 25 دسمبر 1942ء)(طلوع اسلام' جنوری 1966ء' صفحہ:43)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''مسلمان اگر اپنی کھوئی ہوئی قوتوں کو ازسرنو حاصل کرنا چاہتے ہیں تو اس وقت صرف ایک ہی چیز انہیں یہ سہارا مہیا کرسکتی ہے اور وہ یہ ہے کہ مسلمان اپنے کھوئے یقین کو دوبارہ حاصل کریں اور اسی محکم اور بلند تصور کا سہارا لے کر اٹھیں جو ان کی عالمگیر قومی وحدت کا جزو لاینفک ہے اور جو ان کو ایک سیاسی وحدت میں منسلک کرنے کا باعث ثابت ہوگا' مسلمانوں کے خلاف اغیار کی فرقہ پرستی اور رجعت پسندی کے طنزیہ نعرے سن کر آپ کو گھبرانا نہیں چاہئے۔دنیا کا بدترین رجعت پسند اور شریرترین فرقہ پرست جب کانگریس کے سامنے غیر مشروط طور پر ہتھیار ڈال کر اپنی قوم کو گالیاں دیتا ہے تو اگلے روز وہی سب

سے بڑا نیشنلسٹ قرار پاتا ہے''۔ (خطبۂ صدارت اجلاس لکھنؤ) (طلوع اسلام' دسمبر 1960ء صفحہ:37)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''میں چاہتا ہوں کہ مسلمان صوبائی تعصب کے اس مرض کو دل سے دور کر دیں' یہ امر اس برصغیر کے مسلمانوں کے لئے لعنت ہے کہ ان کا ذہن ابھی تک سندھی' پنجابی' پٹھان اور دہلوی کے تنگ دائروں میں گھوم رہا ہے''۔

(یوم عید میلاد النبیؐ پر خطاب' 26 جنوری 1948ء) (طلوع اسلام' جنوری' فروری 1948ء صفحہ:114)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''اس وقت میرے احساسات پر قنوطیت چھا گئی تھی' میرے جذبات پر مایوسیاں منڈلا رہی تھیں' میں اپنے ملک سے ناامید ہو گیا تھا' صورت حال انتہائی بدنصیبیوں کی مظہر تھی' مسلمان بے یار و مددگار کھڑے تھے' ان کا کوئی پرسانِ حال ہی نہ تھا' کبھی دولت برطانیہ کے کاسہ لیس ان کی قیادت سنبھال لیتے اور کبھی کانگریس کے حاشیہ برداران کی نمائندگی کے مدعی بن جاتے' جب بھی انہیں متحد اور منظم کرنے کی کوشش ہوئی سرکار کے ٹوڈیوں اور کانگریس کیمپ کے ضمیر فروشوں نے ان کی کوشش کو ناکام بنا دیا' مجھے محسوس ہو رہا تھا کہ میں نہ تو ہندوستان کی کوئی مدد کر سکتا ہوں اور نہ ہندو کی ذہنیت کو بدل سکتا ہوں اور نہ مسلمانوں کو ان کی نازک حالت کا یقین دلا سکتا ہوں' یہ احساسِ بیچارگی اس قدر بڑھا کہ میں لندن میں ہی اقامت گزیں ہو کر رہ گیا' اس لئے نہیں کہ مجھے ہندوستان سے محبت نہیں رہی تھی بلکہ مجھے اپنی بے بسی کا پورا احساس ہو گیا تھا''۔

(تقاریر جناحؒ) (طلوع اسلام' ستمبر 1960ء صفحہ:55)

☆☆☆☆☆☆☆

اسلامی مملکت

☆''ہمارے متعلق بہت سی غلط فہمیاں پھیلائی جا رہی ہیں بہت سے فتنے برپا کئے جا رہے ہیں' پوچھا یہ جاتا ہے کہ کیا پاکستان میں اسلامی حکومت قائم ہو گی؟ ان بھلے مانسوں سے کوئی پوچھے کہ کیا یہ بھی کوئی ایسی بات ہے جس کے متعلق کچھ پوچھنے کی ضرورت پیش آئے!''۔ (اجلاس آل انڈیا مسلم لیگ دلی' 24 اپریل 1943ء) (طلوع اسلام' ستمبر 1972ء' صفحہ:27)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''پاکستان سے یہ مطلب نہیں کہ ہم غیر ملکی حکومت سے آزادی چاہتے ہیں' اس سے حقیقی مراد مسلم آئیڈیالوجی ہے جس کا تحفظ نہایت ضروری ہے۔ ہم نے صرف اپنی آزادی ہی حاصل نہیں کرنی' اس قابل بھی بننا ہے کہ ہم اس کی حفاظت کر سکیں اور اسلامی تصورات و اصولات کے مطابق زندگی بسر کر سکیں''۔ (طلوع اسلام' جنوری 1966ء' صفحہ:19)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''مسلمان پاکستان کا مطالبہ کرتے ہیں جہاں وہ اپنے ضابطۂ حیات کے مطابق اور خود اپنے تہذیبی ارتقاء' روایات اور اسلامی قوانین کے مطابق حکمرانی کر سکیں''۔ (طلوع اسلام' فروری 1959ء' صفحہ: 70)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''میں اپنے ملک میں صحیح اسلامی جمہوری اصول و اقتدار کا احیاء چاہتا ہوں''۔

(طلوع اسلام' فروری 1959ء' صفحہ: 70)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''میں اس موقع پر ان جاگیرداروں اور سرمایہ پرستوں کے لئے جو عوام کی محنت سے پھلے پھولے ہیں' یہ انتباہ ضروری سمجھتا ہوں کہ ان کی یہ ذہنیت بدکرداری اور حرام خوری پر مبنی ہے جس نے انہیں خود غرضی کی اس انتہا تک پہنچا دیا ہے کہ ان سے کسی معقول روش کی توقع نہیں کی جاسکتی' عوام کو اپنے مفاد کی خاطر استعمال کرنا ان کی فطرت میں داخل ہے۔ وہ اسلام کی ہدایات فراموش کر چکے ہیں اور اس خود غرضی و مفاد پرستی نے انہیں اغیار کے مقاصد کا آلۂ کار بنا رکھا ہے''۔

(خطبۂ صدارت مسلم لیگ اجلاس دہلی' 24 اپریل 1943ء) (طلوع اسلام' جنوری 1966ء' صفحہ: 48)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''یہ صرف جان توڑ' مسلسل اور ناقابل شکست مساعی کے زور پر ممکن ہوگا کہ ہم اپنے عوام میں ایسی قوت پیدا کر دیں جس سے نہ صرف آزادی و استقلال کا حصول ممکن ہو بلکہ اسے شایان شان طور پر متشکل بھی کیا جاسکے' پاکستان کا منتہا و مقصود آزادی اور استقلال تک محدود نہیں' یہ اس اسلامی آئیڈیالوجی کا آئینہ دار ہے جو ہمیں ایک بیش بہا ورثے اور سرمایۂ حیات کے طور پر حاصل ہوئی ہے اور جس کے ثمرات سے دیگر اقوام بھی مستفید ہوں گی''۔

(مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن کانفرنس' 18 جون 1948ء) (طلوع اسلام' نومبر 1960ء' صفحہ: 51)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''قیام پاکستان کے بعد ہم اپنی سلطنت کا آغاز لڑائی جھگڑوں سے نہیں کریں گے' ہمیں خود اپنے لئے بہت کچھ کرنا ہوگا اور انہیں بھی' لیکن اگر انہوں نے اس کا آغاز کر دیا اور اپنے ہاں کی مسلم اقلیت سے برا سلوک کیا تو ہم خاموش تماشائی کی حیثیت اختیار نہیں کریں گے۔ اگر برطانیہ لارڈ گلیڈ اسٹون کے عہد میں اقلیتوں کے تحفظ کے نام پر آرمینیا کے معاملات میں دخل انداز ہوسکتا ہے تو پھر ہمیں یہ حق کیونکر حاصل نہیں ہوسکتا؟ اگر ہماری اقلیتوں پر کہیں بھی کوئی دباؤ ڈالا گیا تو ہم وہی راستہ اختیار کریں گے''۔ (مسلم لیگ ارکان اسمبلی کنونشن' 11/اپریل 1946ء) (طلوع اسلام' جنوری 1966ء' صفحہ: 49)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''میں خدائے عظیم سے دعا کرتا ہوں کہ مسلمان کے دامن پر وہ بدنما داغ نہ لگے' جس کا مظاہرہ مظلوم مسلمانوں پر

انسانیت سوز مظالم کر کے بہار میں کیا گیا ہے ہمیں تہذیب وشرافت کو کبھی ہاتھ سے نہیں چھوڑنا چاہئے' مسلمانوں پر جو ظلم ہو رہے ہیں ان سے ہمارا کلیجہ چھلنی ہو رہا ہے لیکن ہم مسلم اکثریت والے صوبوں میں بے گناہوں کو مار کر اپنا دل ٹھنڈا نہیں کریں گے۔ میں مسلمانوں سے پرزور اپیل کروں گا کہ وہ جہاں بھی اکثریت میں ہوں' غیر مسلموں کی حفاظتِ جان اور مال کے لئے جو کچھ بھی ممکن ہو کریں' اقلیت والے صوبوں میں مسلمانوں پر جو مظالم توڑے گئے ہیں' جو بے گناہ مسلمان شہید کئے گئے ہیں یا مال اسباب لوٹا گیا ہے ان کی قربانی رائیگاں نہیں جائے گی' وہ سمجھ لیں کہ انہوں نے جنگ پاکستان اور آزادی کے لئے اپنا حق ادا کر دیا ہے''۔ (قوم کے نام اپیل' 11/نومبر 1946ء) (طلوع اسلام' فروری 1966ء' صفحہ:35)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''ہمارے ملک میں اس وقت دو قسم کے لوگ موجود ہیں ایک طبقہ پاکستان کو سیکولر ریاست بنانے کا حامی ہے اور دوسرا طبقہ پاکستان میں روایتی اسلام کا نظام برپا کرنا چاہتا ہے۔ میں ذاتی طور پر صحیح اسلامی نظام کا دیانتداری سے خواہش مند ہوں' پاکستان کے علاقوں میں ہم اس قابل ہوں گے کہ اسلام کے ترکے اور اپنے تہذیب وتمدن کی نگہبانی دوسروں کی مداخلت کے بغیر کر سکیں''۔ (طلوع اسلام' فروری 1959ء' صفحہ:69)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''ہم اپنی جداگانہ مملکت چاہتے ہیں' جس میں ہم اپنے تصور کے مطابق زندگی بسر کر سکیں' ہندوؤں اور مسلمانوں کے اختلافات ایسے بنیادی ہیں کہ زندگی کا کوئی اہم معاملہ ایسا نہیں جس میں یہ (دونوں) متفق ہوں''۔

(لندن میں تقریر' 16 دسمبر 1946ء) (طلوع اسلام' جنوری 1961ء' صفحہ:20)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''ہم جانتے ہیں کہ ہمارے ساتھ کیسی کیسی بے انصافیاں اور زیادتیاں روا رکھی گئی ہیں' تقسیم کا کام ختم ہو چکا ہے اور ہمارے علاقے کو جس قدر کم کیا جا سکتا تھا کر دیا گیا۔ باؤنڈری کمیشن کا فیصلہ نہ صرف غیر منصفانہ ہے بلکہ بدنیتی پر بھی مبنی ہے' اسے قانونی فیصلہ نہیں کہا جا سکتا۔ یہ سیاسی فیصلہ ہے بہرحال اب فیصلہ ہو چکا ہے' ہم نے جو وعدے کئے ہیں انہیں ہم پورا کریں گے۔ ہم اپنے الفاظ پر قائم ہیں''۔ (تقریر لاہور' اگست 1947ء) (طلوع اسلام' فروری 1966ء' صفحہ:36)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''آپ درحقیقت میرے اور میری طرح لاکھوں مسلمانوں کے دل کی ترجمانی کریں گے جب آپ کہیں گے کہ پاکستان کی بنیاد عدلِ عمرانی اور اسلامی سوشلزم پر رکھنی چاہئے جو اخوتِ انسانی پر سب سے زیادہ زور دیتا ہے' آپ ایسا کہنے میں بھی میرے خیالات کی ترجمانی کریں گے کہ یہاں ہر فرد کو نشوونما کے یکساں مواقع میسر ہونے چاہئیں''۔

(چٹاگانگ میں تقریر' 26 مارچ 1948ء) (طلوع اسلام' جنوری 1961ء' صفحہ:43)

☆ ''آپ نے میرا جس گرمجوشی سے استقبال کیا ہے اور جن الفاظ میں میری خدمات کا تذکرہ کیا ہے میں اس کے لئے آپ کا شکر گذار ہوں' میں نے جو کچھ بھی کیا ہے اسلام کا خادم ہونے کی حیثیت سے کیا ہے۔ ہم مسلمان' ایک خدا' ایک کتاب قرآن مجید اور ایک رسولؐ پر ایمان رکھتے ہیں اس لئے ہمیں ایک ملت کی حیثیت سے زندہ رہنا چاہئے اب اس ملک میں غیروں کی حکومت نہیں' اب یہاں مسلمانوں کی حکومت اور مسلمانوں کا راج ہے''۔

(پشاور قبائلی جرگہ سے خطاب 17 / اپریل 1948ء) (طلوع اسلام' جنوری 1961ء صفحہ:43)

☆☆☆☆☆☆☆

☆ ''ذرا سوچئے کہ کوئی شخص اس سے بڑھ کر اور کس چیز کی توقع کر سکتا ہے کہ یہ عظیم خطۂ زمین اس اقتدار کے تابع آ گیا ہے جسے اسلامی اقتدار کہا جاتا ہے''۔

(ایڈورڈ کالج پشاور' 18 / اپریل 1948ء) (طلوع اسلام' جنوری 1961ء' صفحہ:43)

☆☆☆☆☆☆☆

☆ ''ہمارے پیشِ نظر مقصد یہ ہے کہ یہاں کے عوام خوشحالی اور اطمینان کی زندگی بسر کر سکیں' اس مقصد کا حصول مغرب کے اقتصادی نظام کو اختیار کرنے سے کبھی نہیں ہو سکے گا۔ ہمیں اپنا راستہ آپ متعین کرنا چاہئے اور دنیا کے سامنے ایسا نظام پیش کرنا چاہئے جو اسلامی مساوات اور عدلِ عمرانی کے اسلامی تصورات پر مبنی ہو' صرف یہی طریق ہے جس سے ہم اس فریضے سے عہدہ برا ہو سکیں گے جو ہم پر مسلمان ہونے کی حیثیت سے عائد ہوتا ہے' ہم دنیا کو وہ پیغام دے سکیں گے جو اسے تباہیوں سے بچا لے جائے اور نوعِ انسانی کی بہبود و مسرت اور خوشحالی کا ضامن ہو سکے' یہ کام کسی اور نظام سے نہیں ہو سکتا''۔

(اسٹیٹ بینک افتتاحی تقریر' جولائی 1948ء) (طلوع اسلام' جنوری 1966ء' صفحہ:20)

☆☆☆☆☆☆☆

تھیا کریسی (مذہبی پیشوائیت)

☆ ''اسے اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ ہم کس مقصد کے لئے یہ لڑائی لڑ رہے ہیں' ہمارا نصب العین کیا ہے؟ یاد رکھئے ہمارا نصب العین تھیا کریسی نہیں' ہم تھیا کریٹک اسٹیٹ نہیں بنانا چاہتے''۔

(مسلم کنونشن دہلی' 11 / اپریل 1946ء) (طلوع اسلام ستمبر 1972ء' صفحہ:29)

☆☆☆☆☆☆☆

☆ ''ہماری اکثریت مسلمانوں پر مشتمل ہے' ہم نبی اکرم ﷺ کے اسوۂ حسنہ کا اتباع کرتے ہیں' ہم اس اسلامی برادری کے افراد ہیں جس میں حقوقِ تکریم اور عزتِ نفس کے اعتبار سے سب مساوی ہیں اس لئے ہمارے اندر باہمی وحدت کا ایک خاص احساس ہے لیکن آپ کو اس باب میں کوئی غلط فہمی نہیں رہنی چاہئے کہ پاکستان میں کسی قسم کی تھیا کریسی (مذہبی پیشواؤں

کی حکومت) کارفرما نہیں''۔ (آسٹریلیا کے باشندوں کے نام پیغام'19 فروری 1948ء) (طلوع اسلام' جنوری 1961ء صفحہ:42)

☆☆☆☆☆☆☆

مسلم لیگ

☆''میں بلاخوفِ تردید کہہ سکتا ہوں کہ دیگر جماعتوں سے کہیں زیادہ مسلم لیگ ہندوستان کی آزادی اور خودمختاری کی علم بردار ہے' ہم عدل وانصاف اور راست بازی کے طلب گار ہیں' ہم دوسرے فرقوں سے کسی جلبِ منفعت کا ارادہ نہیں رکھتے' ہم اس ملک میں ایک آزاد اور خودمختار قوم کی طرح زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں' ہم اقلیت ہرگز نہیں بلکہ قوم ہیں''۔

(طلوع اسلام' مارچ 1961ء صفحہ:73)

☆''مسلم لیگ نے بڑی حد تک مسلمانوں کو برطانوی سامراج کے پنجہ سے نجات دلا دی ہے لیکن اب ایک نئی طاقت سامنے آئی ہے جس کا دعویٰ ہے کہ وہ حکومتِ برطانیہ کی جانشین ہے' آپ اسے جس نام سے چاہیں پکاریں لیکن وہ اصل میں صرف ہندو اور ہندو راج ہے''۔

(علی گڑھ یونیورسٹی' فروری 1938ء) (طلوع اسلام' دسمبر 1960ء' صفحہ:37)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''مسلم لیگ کا نصب العین یہ بنیادی اصول ہے کہ ہندوستان کے مسلمان ایک جداگانہ قومیت رکھتے ہیں اس لئے انہیں کسی دوسری قومیت میں جذب کرنے یا ان کے نظریات اور ملی تشخص کو مٹانے کے لئے جو کوشش کی جائے گی اس کی سخت مخالفت کی جائے گی' ہم نے تہیہ کرلیا ہے کہ ہم اپنے جداگانہ قومی تشخص اور جداگانہ حکومت کو قائم کر کے رہیں گے''۔

(خطبۂ صدارت مدراس سیشن' 1941ء) (طلوع اسلام' جنوری 1960ء' صفحہ:66)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''تاریخ کی ترتیب میں یہ ایک حیران کن حقیقت قرار پائے گی کہ تین سال کی مدت میں نو (9) کروڑ مسلمانوں کی ایک جمعیت کیونکر ایک پلیٹ فارم کے گرداگرد اور ایک پرچم کے سائے میں مجتمع ہوگئی' ایک ایسی حقیقت جو آپ کو دو صدیوں سے دیکھنے میں نہیں آئی۔ یہ سب کچھ ایک معجزہ کی حیثیت رکھتا ہے کہ یہ چیز معرضِ وجود میں آ گئی۔ یاد رکھئے کہ یہ کوئی معمولی سا معاملہ نہیں' یہ ایک عظیم ترین مرحلہ ہے جو سلطنت مغلیہ کے زوال سے اب تک پہلی بار آپ کی زندگی میں سامنے آیا ہے' آپ کو جان لینا چاہئے کہ اس کے لئے تمام ضروری وسائل اور تیاریوں کی ضرورت ہے تاکہ اس نصب العین کو حاصل کیا جا سکے' آپ مجھے یہ کہنے کی اجازت دیں گے کہ نہ تو جذبات کی رو میں بہہ جایئے اور نہ نعروں میں کھو جایئے' ایک قوم کی تعمیر کیسے ہوتی ہے' ایک زوال پذیر قوم کی بازآفرینی کی صورت کیا ہے؟ یہ ہیں اصل سوالات' آج ہم زوال یافتہ قوموں میں شمار ہوتے ہیں' ہمیں بدترین دن دیکھنے پڑے ہیں تاہم میں آج مسرور ہوں کہ اس ملک میں ملت اسلامیہ کی نشاۃ ثانیہ اور بازآفرینی کا روشن

امکان نظر آ رہا ہے ہم ابھی بمشکل بیدار ہوئے ہیں اور آنکھیں مل رہے ہیں۔ ہم میں ابھی یہ شعور ابھرا ہے کہ اپنے گرد وپیش نگاہ ڈالیں۔ ہماری کیفیت ابھی ایک مریض کی سی ہے' ہم ابھی لاچار ہیں اس لئے پیشتر اس کے کہ آپ پوری طرح صحت مند' مضبوط اور سفر کے قابل ہوں' آپ کو صحت یابی کا مرحلہ طے کرنا ہوگا' آپ اپنے عوام کو کیونکر اس مقام اور تیاری تک لے جا سکیں گے' جہاں آپ اپنے نصب العین کے حصول کے قابل ہوسکیں' یہ کوئی شاہی سڑک نہیں' اس لئے میرے نوجوان دوستو! سب سے پہلے قومی تعمیر کے مختلف شعبوں پر اپنے دل ودماغ کو بروئے کار لائیے''۔

(خطبۂ صدارت مسلم لیگ' 20/مارچ 1941ء)(طلوع اسلام' مارچ 1941ء' صفحہ: 69)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''تم جانتے ہو تمہاری مسلم لیگ کیا ہے؟ ایک صدر' اس کا اسٹینو گرافر اور ایک اٹیچی کیس''۔

(عربک کالج دہلی' 1942ء)(طلوع اسلام' اکتوبر 1948ء' صفحہ: 9)

☆☆☆☆☆☆☆

دوقومی نظریہ

☆''میرے لئے یہ اندازہ لگانا بہت مشکل ہے کہ آخر ہمارے ہندو بھائی' اسلام اور ہندومت کی حقیقت اور اہمیت کو سمجھنے سے کیوں گریز کر رہے ہیں' یہ حقیقت ہے کہ یہ دونوں مذہب نہیں بلکہ ایک دوسرے سے یکسر مختلف معاشرتی نظام ہیں اور اس بناء پر متحدہ قومیت ایک ایسا خواب ہے جو کبھی شرمندہ تعبیر نہیں ہوسکتا' ہندوستان میں ایک قوم کا غلط تصور حد اعتدال سے تجاوز کر گیا ہے اور ہماری بہت سی مشکلات اسی کا نتیجہ ہیں اگر ہم نے بروقت اپنے رجحانات کی اصلاح نہ کی تو نتیجہ پورے ہندوستان کی تباہی ہوگا' یاد رکھئے کہ ہندو اور مسلمان مذہب کے معاملہ میں دوجداگانہ فلسفے رکھتے ہیں' دونوں کی معاشرت ایک دوسرے سے مختلف ہے' دونوں کا ادب جدا جدا ہے۔ نہ تو یہ آپس میں شادیاں رچا سکتے ہیں اور نہ ایک دسترخوان پر کھانا کھا سکتے ہیں' حقیقتاً وہ دو الگ الگ تہذیبوں سے تعلق رکھتے ہیں جن کی بنیادیں متضاد تصورات پر قائم ہیں۔ ان کی تاریخیں مختلف' ان کا رزمیہ جدا جدا' اور مشاہیر الگ الگ۔ عموماً ایسا ہوتا ہے کہ ان کی فتح وشکست کی حیثیتیں ایک دوسرے سے مختلف ہوتی ہیں' دو ایسی قوموں کو ایک نظامِ سلطنت میں یکجا کر دینا' باہمی مناقشت کو بڑھائے گا اور بالآخر اس نظام کو پاش پاش کر ڈالے گا' جو اس ملک کی حکومت کے لئے وضع کیا جائے گا''۔

(سالانہ اجلاس مسلم لیگ لاہور' مارچ 1940ء)

(طلوع اسلام' جنوری 1961ء' صفحہ: 21)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''یاد رکھئے کہ جس مقصدِ عظیم کے لئے ہم برسرِ پیکار ہیں وہ محض مادی مفاد پر مبنی نہیں بلکہ یہ ملتِ اسلامیہ کی روح کی پکار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میں ہمیشہ اسے مسلمانوں کی زندگی اور موت کا مسئلہ قرار دیتا ہوں اور اسے سودے بازی کہنا سر بسر غلط ہے، مسلمان اس حقیقت سے بخوبی آگاہ ہیں کہ اگر ہم نے یہ بازی ہار دی تو ہم سب کچھ کھو بیٹھیں گے''۔

(خطبۂ صدارت پنجاب مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن، یکم مارچ 1941ء)

(طلوعِ اسلام نومبر 1960ء صفحہ:56)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ ہم ایک اقلیت نہیں، ہم ایک قوم ہیں اور ایک قوم کو ایک خطۂ ارض کی ضرورت ہوتی ہے، قومیں ہوا میں زندگی بسر نہیں کر سکتیں، ایک قوم کو خطۂ ارض پر زندہ رہنا ہے۔ اسے اس سرزمین پر اپنا نظامِ مملکت قائم کرنا ہے اور اس کی سرحدات کا تعین کرنا ہے، یہ ہے وہ مطالبہ جس کا حصول ہمارا منتہاو مقصود ہے''۔

(خطبۂ صدارت پنجاب مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن، یکم مارچ 1941ء)(طلوعِ اسلام، نومبر 1960ء صفحہ:56)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''پاکستان کا آغاز تو اس دن ہو گیا تھا، جب ہندوستان میں پہلا غیر مسلم، اسلام قبول کر کے مسلمان ہوا تھا حالانکہ اس وقت ہنوز مسلمانوں کی کوئی حکومت یہاں قائم نہیں ہوئی تھی، جونہی کوئی ہندو، مسلمان ہوتا، ہندو اسے مذہباً ہی نہیں بلکہ معاشرتی، ثقافتی اور اقتصادی حیثیت سے بھی اپنی برادری سے خارج کر دیتے (اور اس طرح اس کی پہلی قومیت ختم ہو جاتی)۔ جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے اسلام نے ان پر یہ پابندی عائد کر رکھی تھی کہ وہ کسی دوسری قومیت میں مدغم نہیں ہو سکتے (اس طرح یہاں دو قومیں وجود میں آتی چلی گئیں)۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ ہندو اور مسلمان ایک ہی قصبہ اور ایک ہی شہر میں رہنے کے باوجود کبھی ایک قوم میں مدغم نہیں ہو سکتے وہ ہمیشہ دو الگ الگ قوموں کی حیثیت سے رہتے چلے آ رہے ہیں''۔

(مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، 8 مارچ 1944ء)(طلوعِ اسلام، ستمبر 1972ء صفحہ:35)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''ہندو اور مسلمان، خواہ وہ ایک ہی قصبہ یا گاؤں میں کیوں نہ رہتے ہوں، کبھی ایک قوم کے اجزاء نہیں بن سکے، وہ ہمیشہ دو الگ الگ عناصر کی حیثیت سے رہے ہیں، پاکستان تو اس دن وجود میں آ گیا تھا جب (ہندوستان میں) پہلا غیر مسلم مسلمان ہوا تھا، یہ اس زمانے کی بات ہے جب یہاں مسلمانوں کی حکومت بھی قائم نہیں ہوئی تھی''۔

(مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، 8 مارچ 1944ء)(طلوعِ اسلام جنوری 1961ء صفحہ:20)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''مسلم لیگ کی آئیڈیالوجی مسلم ہندوستان اور خود مختار قومیت کے بنیادی اصولوں پر استوار ہوتی ہے ہر اس کوشش کا

ڈٹ کر مقابلہ کیا جائے گا جو ہماری قومیت' سیاسی تشخص یا ملی وجود کو ختم کرنے کے لئے بروئے کار لایا جائے گا' ایسی کوشش سعیٔ ناکام ثابت ہوگی' ہم یہ عزم صمیم لے کر اٹھے ہیں اور اس بارے میں کسی کو غلط فہمی میں مبتلا نہ رہنا چاہئے کہ اس برصغیر میں ایک آزاد قوم کا منصب حاصل کریں اور ایک خود مختار وجود اور ہماری دنیا ہی مختلف ہے زندگی میں ہمیں ان سے مربوط کرنے والی مملکت کا قیام عمل میں لائیں''۔ (خطبۂ صدارت سالانہ اجلاس مدراس' 1944ء) (طلوع اسلام' مارچ 1961ء صفحہ:71)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''مسلمان پاکستان کا مطالبہ اس لئے کرتے ہیں کہ وہ اس میں اپنے ضابطۂ حیات' ثقافتی نشوونما' روایات اور اسلامی قوانین کے مطابق زندگی بسر کرسکیں''۔ (فرنٹیئر مسلم لیگ کانفرنس پشاور' 21 نومبر 1945ء) (طلوع اسلام' جنوری 1961ء صفحہ:17)

☆''ہم دونوں قوموں میں صرف مذہب کا فرق نہیں' ہمارا کلچر بھی ایک دوسرے سے الگ ہے' ہمارا دین ہمیں ایک ایسا ضابطۂ حیات دیتا ہے جو زندگی کے ہر شعبہ میں ہماری راہنمائی کرتا ہے ہم اسی ضابطے کے مطابق زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں''۔

(ایڈورڈ کالج پشاور' 27 نومبر 1945ء) (طلوع اسلام' جنوری 1961ء صفحہ:20)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''میں نہیں سمجھتا کہ کوئی دیانت دار آدمی بھی اس حقیقت سے اختلاف کرسکتا ہے کہ مسلمان بجائے خویش' ہندوؤں سے یکسر الگ ایک قوم ہیں''۔ (تقاریر وتحریراتِ جناحؒ' جلد دوم) (طلوع اسلام' جنوری 1961ء صفحہ:20)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''یاد رکھئے کہ اسلام صرف روحانی اور مذہبی اصولوں کا نام نہیں بلکہ ایک عملی نظامِ حیات ہے' میں زندگی پر ایک کُل کی حیثیت سے غور کرتا ہوں اور پورے نظام حیات (مکمل دین) کے اعتبار سے مسلمانوں کو ایک مستقل اور جداگانہ قوم سمجھتا ہوں۔ زندگی کے ہر اہم شعبے اور ہر عنصر کے لحاظ سے' ہماری تاریخ کے لحاظ سے' ہمارے مشاہیر اور اکابر کے اعتبار سے' ہمارے آرٹ اور فنِ تعمیر کے لحاظ سے' ہمارے قوانین اور اصولِ قانون کے اعتبار سے' الغرض ہر اعتبار اور ہر لحاظ سے مسلمان ہندوؤں سے الگ ایک ممتاز اور علیحدہ قوم ہیں۔ ان تمام امور میں ہمارا زاویۂ نگاہ نہ صرف ہندوؤں سے مختلف ہے بلکہ اکثر شعبوں میں کلیتاً تضاد ہے۔ کوئی چیز بھی تو دکھائی نہیں دیتی' ہمارے نام' ہماری غذا' ہمارا لباس' یہ سب ان سے مختلف ہیں' ہماری معاشی زندگی' ہمارے تعلیمی تصورات' ہمارے جنسی روابط' حیوانات کے ساتھ ہمارا طرزِ عمل' ہر نقطۂ پرکار پر ہم ایک دوسرے سے اختلاف رکھتے ہیں''۔ (ورڈکٹ آن انڈیا۔ بیورلی نکلسن) (طلوع اسلام' نومبر 1960ء صفحہ:50)

☆☆☆☆☆☆☆

علامہ اقبالؒ

☆''علامہ اقبال اگرچہ ایک عظیم شاعر اور فلاسفر تھے لیکن وہ عملی سیاستداں بھی کم پائے کے نہ تھے' وہ اسلامی اصولوں پر

ایمانِ کامل اور یقین محکم کی بنیاد پر ان چند افراد میں سے تھے جنہوں نے سب سے پہلے یہ تصور پیش کیا کہ ہندوستان کے شمال مغربی اور شمال مشرقی علاقوں کو (جو مسلمانوں کے تاریخی اماکن ہیں) ہندوستان سے الگ کر کے ایک اسلامی مملکت متشکل کی جاسکتی ہے''۔ (تقاریر جناحؒ، جلد دوم، ص:232) (طلوع اسلام، جنوری 1961ء، صفحہ:16)

☆☆☆☆☆☆☆

☆ ''سوال یہ ہے کہ مسلمانوں کے افلاس کا علاج کیا ہے؟ لیگ کا مستقبل اسی سوال کے حل پر موقوف ہے، اگر لیگ نے اس باب میں یہ نہ کیا تو مجھے یقین ہے کہ عوام اس سے اسی طرح بے تعلق رہیں گے، جس طرح اس وقت تک اس سے بے تعلق رہے ہیں۔ یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ اسلامی آئین کے پاس اس مسئلہ کا حل موجود ہے، اس آئین کو دورِ حاضرہ کے تصورات کی روشنی میں مزید نشوونما دی جاسکتی ہے۔ اسلامی آئین کے طویل اور گہرے مطالعہ کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اگر اس نظام کو اچھی طرح سے سمجھ کر نافذ کر دیا جائے تو اس سے کم از کم ہر فرد کو سامان پرورش ضرور مل جاتا ہے، اگر ہندوؤں نے سوشل ڈیموکریسی کو اپنے ہاں قبول کر لیا تو ہندومت کا خاتمہ ہو جائے گا، لیکن اسلام کے لئے سوشل ڈیموکریسی کو ایسے مناسب انداز سے قبول کر لینا جس سے یہ اس کے اصولوں سے نہ ٹکرائے، اسلام میں کسی تبدیلی کے مترادف نہیں ہوگا بلکہ اس سے مفہوم یہ ہو گا کہ ہم اسلام کو پھر سے منزہ صورت میں اختیار کر رہے ہیں جیسا کہ وہ شروع میں تھا''۔

(علامہ اقبالؒ کا خط قائداعظمؒ کے نام، 1937ء) (طلوع اسلام، جنوری 1961ء، صفحہ:24)

☆☆☆☆☆☆☆

☆ ''ہندوستان میں آپ ہی کی ذات ایسی ہے جس سے قوم کو یہ امیدیں وابستہ کرنے کا حق حاصل ہے کہ مستقبل میں جو سیلاب آنے کا خدشہ ہے اس میں صرف آپ ہی مسلمانوں کی صحیح رہنمائی کر سکیں گے''۔

(علامہ اقبالؒ کا خط قائداعظمؒ کے نام، 11 جون 1937ء) (طلوع اسلام، نومبر دسمبر 1961ء، صفحہ:76)

☆☆☆☆☆☆☆

آزادی

☆ ''میں انگریز اور ہندو دونوں کو متنبہ کر دینا چاہتا ہوں کہ تم الگ الگ یا دونوں متفق ہو کر بھی ہماری روح کو فنا کرنے میں کبھی کامیاب نہ ہو سکو گے، نہ تم اس تہذیب کو مٹا سکو گے جو ہمیں ورثہ میں ملی ہے، ہمارا نورِ ایمان زندہ رہا ہے اور زندہ رہے گا، تم ہم پر ظلم وستم کرو، ہمارے ساتھ بدترین سلوک کرو، ہم ایک فیصلہ پر پہنچ چکے ہیں اور ہم نے یہ عزم کر لیا ہے کہ ہم لڑتے لڑتے مرجائیں گے''۔

(مرکزی اسمبلی میں تقریر، مارچ 1939ء) (طلوع اسلام، جنوری 1966ء، صفحہ:32)

☆☆☆☆☆☆☆

☆ ''برطانیہ عظمیٰ ہندوستان پر حکومت کرنا چاہتا ہے۔ مسٹر گاندھی اور کانگریس مسلمانوں پر حکومت کرنا چاہتے ہیں ہم کہتے ہیں کہ ہم نہ برطانیہ کو مسلمانوں پر حکومت کرنے دیں گے نہ ہندو کو، ہم آزاد رہنا چاہتے ہیں''۔

(لیگ کونسل کے اجلاس میں، فروری 1940ء) (طلوع اسلام، فروری 1966ء صفحہ: 32)

☆☆☆☆☆☆☆

☆ ''چین اور امریکہ کی متحدہ قوت بھی ہم پر کوئی ایسا دستور مسلط نہیں کرسکتی جس میں مسلمانوں کو قربان کردیا گیا ہو، اگر متحدہ اقوام کسی ایسی مجنونانہ حرکت کا ارتکاب کربیٹھی تو اسے معلوم ہوجانا چاہئے کہ اپنی حفاظت کے لئے ایک چیونٹی بھی پلٹ کر حملہ کردیا کرتی ہے، ان غیر ملکی سنگینوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے جن کے سائے میں کانگریس راج رچایا جارہا ہوگا، ہم ملک کے سارے نظام میں زلزلہ ڈال دیں گے اور اسے معطل کرکے رکھ دیں گے''۔

(علی گڑھ یونیورسٹی میں تقریر، نومبر 1941ء) (طلوع اسلام، فروری 1966ء، صفحہ: 33)

☆☆☆☆☆☆☆

☆ ''مالی حیثیت سے ہم دیوالیئے ہیں، اقتصادی لحاظ سے صفر، اور تعلیمی نقطۂ نظر سے پست ترین سطح پر کھڑے ہیں۔ اس لئے میں انتہائی سنجیدگی سے کہوں گا کہ اگر آپ اپنا حقیقی مقام ومنصب حاصل کرنا چاہتے ہیں تو اپنے آپ کو مسلح کیجئے اور اپنے اندر ضروری صلاحیتیں پیدا کیجئے، اس قسم کی گفتگو سے کوئی فائدہ نہیں کہ مسلمانوں نے صدیوں تک اس ملک پر حکومت کی ہے اور اب بھی ان کو حکومت کرنے کا حق ہے، حالات کا تقاضا یہ ہے کہ محنت کرو اور استقلال سے اپنی جدوجہد جاری رکھو، ذمہ داری اور فرض شناسی کا احساس پیدا کرو''۔ (مسئلہ دستور ہند) (طلوع اسلام، دسمبر 1960ء صفحہ: 52)

☆☆☆☆☆☆☆

☆ ''ہمارا کوئی دوست نہیں، ہمیں نہ انگریزوں پر بھروسہ ہے نہ ہندو پر، ہم دونوں کے خلاف جنگ جاری رکھیں گے خواہ وہ آپس میں متحد بھی کیوں نہ ہوجائیں''۔ (جلسۂ عام پشاور میں تقریر، 1945ء) (طلوع اسلام، جنوری 1966ء، صفحہ: 33)

☆☆☆☆☆☆☆

☆ ''اگر ہندو قیادت یا برطانوی قیادت الگ الگ یا دونوں متحد ہوکر ہمارے خلاف فریب کاریوں اور سازشوں پر اتر آئیں تو ہم اس کی مدافعت کریں گے تا آنکہ ہم ایک ایک کرکے کٹ کر مرجائیں''۔

(یوم پاکستان پر تقریر، مارچ 1948ء) (طلوع اسلام، جنوری 1966ء، صفحہ: 33)

☆☆☆☆☆☆☆

☆ ''خدائے عظیم وبرتر کی قسم جب تک ہمارے دشمن ہمیں اٹھا کر بحیرۂ عرب میں نہ پھینک دیں ہم ہار نہ مانیں گے۔ پاکستان کی حفاظت کے لئے میں تنہا لڑوں گا۔ اس وقت تک لڑونگا جب تک میرے ہاتھوں میں سکت اور جسم میں خون کا ایک

قطرہ بھی موجود ہے، مجھے آپ سے کہنا ہے کہ اگر کوئی ایسا وقت آ جائے کہ پاکستان کی حفاظت کے لئے جنگ لڑنی پڑے تو کسی صورت میں ہتھیار نہ ڈالیں، پہاڑوں، جنگلوں اور دریاؤں میں جنگ جاری رکھیں''۔ (طلوعِ اسلام' فروری 1966ء صفحہ:38)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''ہمارا مذہب، ہماری تہذیب اور ہمارے تصورات ہی وہ محرک قوتیں ہیں جو ہمیں آزادی حاصل کرنے کے لئے آگے بڑھاتی ہیں''۔ (طلوعِ اسلام' فروری 1959ء صفحہ:69)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''پاکستان ایک قابلِ عمل نصب العین ہی نہیں بلکہ اس برصغیر میں اسلام کو مکمل تباہی سے بچانے کا واحد راستہ ہے۔ ابھی ہم نے ایک طویل منزل طے کرنی ہے' بلا شبہ پاکستان موجود ہے لیکن ہم نے اسے حاصل کرنا ہے' آزادی کا حصول اس کے تحفظ کے مقابلے میں زیادہ آسان ہے' انگلستان اور امریکہ آج آزاد ہیں لیکن سوچئے' کہ اپنی آزادی کے استحکام کے لئے انہیں کس قدر شدید جدوجہد کرنی پڑی' ہمیں اپنے آپ کو اس کے لئے تیار کرنا ہے۔ اپنی صفوں کو مضبوط کیجئے' ہمارے سامنے نہ صرف داخلی تحفظ کے مسائل ہیں' بلکہ خارجی جارحیت کا مقابلہ بھی' آزادی کا حصول اور اس کی بقاء و استحکام چرخہ کاتنے سے ممکن نہیں' ہمیں اپنے مساکن اور مقدس مقاصد کی خاطر لڑائی اور دفاع کے لئے تیار رہنا چاہئے اور یقین رکھئے کہ پاکستان تمہارے ہاتھوں میں ہوگا''۔ (تقاریر و تحریرات جناحؒ' جلد اول) (طلوعِ اسلام' مارچ 1961ء صفحہ:70)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''یقین مانئے کہ سلطنت مغلیہ کے زوال کے بعد مسلمان اس قدر منظم' اس قدر زندہ اور ایسے بیدار کبھی نہ ہوئے تھے جیسے کہ آج ہیں۔ آج ہمارے سروں پر ہمارا اپنا پرچم لہرا رہا ہے یعنی ہندی مسلمانوں کا ملی پرچم۔ ہم نے ایسا پلیٹ فارم قائم کر لیا ہے جو مسلمانانِ ہند کی وحدت کا مظہر ہے' ہم نے نہایت واضح الفاظ میں متعین کر دیا ہے کہ ہمارا نصب العین پاکستان ہے''۔

(تقاریر و تحریرات جناحؒ' جلد اول) (طلوعِ اسلام' مارچ 1961ء صفحہ:71)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''جن دنوں مجھے برطانوی حکومت کے ہاتھوں کسی وقت بھی گرفتاری کی توقع تھی تو ان دنوں میری بہن فاطمہ ہی تھی جو میری ہمت بندھاتی تھی' جب حالات کے طوفان مجھے گھیر لیتے تھے تو میری بہن فاطمہ ہی تھی جو میری حوصلہ افزائی کرتی تھی' تفکرات' پریشانیوں اور سخت محنت کے زمانے میں جب گھر آتا تھا تو میری بہن روشنی اور امید کی تیز شعاع کی صورت میں میرا خیر مقدم کرتی تھی' اگر میری بہن نہ ہوتی تو میرے تفکرات کہیں زیادہ ہوتے' میری صحت کہیں زیادہ خراب ہوتی۔ اس نے لاپروائی سے کام نہیں لیا' کبھی شکایت نہیں کی' میں آج ایسے واقعات کا انکشاف کرتا ہوں جو غالباً آپ نہیں جانتے۔ ایک وقت ایسا بھی آیا تھا کہ ہمیں ایک عظیم انقلاب کا سامنا تھا' ہم گولیوں کی بوچھاڑ میں حتیٰ کہ موت تک کے مقابلہ کے لئے آمادہ

اور تیار تھے۔ میری بہن نے ایک لفظ بھی اپنی زبان سے نہیں نکالا' میرے شانہ بشانہ رہی۔ میری انتہائی معتمد رہی اور مجھے سنبھالے رکھا''۔ (میرا بھائی۔۔۔۔فاطمہ جناح)

☆☆☆☆☆☆☆

پاکستان

☆''پاکستان کوئی نئی چیز نہیں' یہ تو صدیوں سے موجود ہے شمال مغربی اور شمال مشرقی ہند' مسلمانوں کا حقیقی ملک ہے جہاں آج بھی ستر فیصد سے زیادہ ان کی آبادی ہے۔ ان علاقوں میں ایسی آزاد اسلامی حکومت ہونی چاہئے' جس میں مسلمان اپنے مذہب اپنے کلچر اور اپنے قوانین کے مطابق زندگی بسر کرسکیں''۔

(ہندوستان ٹائمز کو بیان' 5 ستمبر 1938ء) (طلوع اسلام' جنوری 1960ء' صفحہ:72)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''آیئے اس عظیم اور مبارک دن یہ عہد کریں کہ آج اور مستقبل کے لئے عالمی نظام میں اپنی اسلامی روایات کی روشنی میں ہم اپنا حقیقی مقام حاصل کریں گے۔ مسلمان فاتح' تاجر' مبلغ اور معلم کی حیثیت سے ہندوستان میں داخل ہوئے' وہ اپنے ساتھ تہذیب وتمدن لائے' انہوں نے عظیم مملکتیں قائم کیں اور ایک عظیم الشان تہذیب کو جنم دیا۔ انہوں نے ہندوستان کے برصغیر کو تعمیر نو کے سانچوں میں ڈھالا' ہندوستان کے کروڑوں مسلمان دنیا کے ہر خطے کے مقابلے میں مسلم آبادی کی عظیم ترین جمیعت قرار پاتے ہیں۔ اپنی قومی تہذیب وثقافت کے اعتبار سے وہ دوسروں سے متمیز ہیں' وہ سب قوموں کی آزادی اور مساوات کے علمبردار ہیں۔ یہ مسلم ہندوستان کی تقدیر ہے کہ آج کی عالمگیر کشمکش' مستقبل کے جدید نظام اور اس کے قیام کے سلسلے میں ایک موثر قوت کی حیثیت سے اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرے۔ اس لئے میں ہر مسلمان سے اپیل کرتا ہوں کہ پاکستان کے نصب العین کے لئے وہ جم کر کھڑا ہو جائے کیونکہ یہ ہماری اور اس برصغیر میں ہماری آئندہ نسلوں کی زندگی اور موت کا مسئلہ ہے' یا تو ہم پاکستان حاصل کر کے رہیں گے یا مٹ جائیں گے' آج دنیا اپنی تاریخ کے سب سے بڑے بحران میں سے گذر رہی ہے' اس عالمگیر جنگ میں اسلام اور مسلمانوں کی ذمہ داری کسی دوسرے سے کم نہیں۔ آیئے آج یہ عہد کریں کہ ہم ان ذمہ داریوں کو پورا کریں گے''۔ (عیدالفطر کا پیغام' اکتوبر 1942ء) (طلوع اسلام' جنوری 1966ء' صفحہ:44)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''پاکستان ایک ایسی منزل ہے جس تک پہنچنے سے مسلمانوں کو کوئی طاقت روک نہیں سکتی' پاکستان کا تخیل ایک ایک مسلمان کے دل ودماغ پر چھا چکا ہے بلکہ میں تو یہاں تک کہوں گا کہ پاکستان' ہندوستان کی اسلامی مملکت کی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔ اس برصغیر میں پاکستان کے سوا کوئی دوسرا دستور کامیاب نہیں ہوسکتا''۔

(پنجاب مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن' یکم مارچ 1944ء) (طلوع اسلام' جنوری 1960ء' صفحہ:55)

☆''پاکستان کا تصور مسلمانوں کے لئے اب ایک عقیدہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ مسلمانوں نے اچھی طرح سمجھ لیا ہے ان کی حفاظت' نجات اور تقدیر کا راز اسی میں مضمر ہے' اسی سے یہ آواز اقصائے عالم میں گونجے گی کہ دنیا میں ایک ایسی مسلم مملکت بھی ہے جو اسلام کی عظمتِ گذشتہ کو ازسرنو زندہ کرے گی''۔

(پنجاب مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن کانفرنس' 18 مارچ 1944ء) (طلوع اسلام' جنوری 1961ء' صفحہ: 16)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''ہماری نجات' ہماری سلامتی اور عزت وآبرو کے تمام تقاضے پاکستان سے وابستہ ہیں' اگر ہم یہ جنگ ہار گئے تو ختم ہو کر رہ جائیں گے' اور اس برصغیر سے مسلمانوں اور اسلام کا نام ونشان تک مٹ جائے گا''۔

(یوم پاکستان پر پیغام' 23 مارچ 1945ء) (طلوع اسلام' اکتوبر 1965ء' صفحہ: 24)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''پاکستان سے مطلب یہی نہیں کہ ہم غیر ملکی حکومت سے آزادی چاہتے ہیں' اس سے حقیقی مراد مسلم آئیڈیالوجی ہے جس کا تحفظ نہایت ضروری ہے۔ ہم نے صرف اپنی آزادی ہی حاصل نہیں کرنی' ہم نے اس قابل بھی بننا ہے کہ ہم اس کی حفاظت کر سکیں اور اسلامی تصورات اور اصول کے مطابق زندگی بسر کر سکیں''۔

(فرنٹیئر مسلم اسٹوڈنٹس کے نام پیغام' جون 1945ء) (طلوع اسلام' اکتوبر 1963ء' صفحہ: 45)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''مسلمان پاکستان کا مطالبہ اس لئے کرتے ہیں کہ وہ اس میں اپنے ضابطۂ حیات' ثقافتی نشوونما' روایات اور اسلامی قوانین کے مطابق زندگی بسر کر سکیں''۔ (کانفرنس فرنٹیئر مسلم لیگ پشاور' 21 نومبر 1945ء) (طلوع اسلام' اکتوبر 1963ء' صفحہ: 45)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''پاکستان اس معاملہ میں پوری طرح آزاد ہوگا کہ وہ دولت مشترکہ میں شامل ہو یا اس سے علیحدگی اختیار کرے' میں نہیں جانتا کہ اس وقت کے حالات کے مطابق پاکستان کی حکومت کا فیصلہ کیا ہوگا''۔

(نمائندہ بی بی سی کو جواب' 3 اپریل 1946ء) (طلوع اسلام' جنوری 1966ء' صفحہ: 49)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''میں بخلوصِ قلبِ خدائے بزرگ وبرتر کی بارگاہ میں دعا کرتا ہوں کہ وہ ہمیں عہدِ رفتہ کی قابلِ احترام روایات کا اہل بنائے اور ہمیں اس طاقت سے بہرہ ور فرمائے کہ ہم ملتِ پاکستان کو صحیح معنوں میں اقوام عالم میں ایک ممتاز مقام دلا سکیں' لاریب کہ ہم نے پاکستان حاصل کر لیا' لیکن یہ منزل ایک نئے سفر کا نقطۂ آغاز ہے' آج ہم پر بھاری ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں' ہمارے عزائم اور حوصلے اسی قدر بلند ہونے چاہئیں' قومی تعمیر کے عملی میدان میں ان کی تکمیل اس سے بھی کہیں زیادہ

جدوجہد اور قربانیوں کا مطالبہ کرے گی، جس کا تقاضا حصولِ پاکستان کے مقدس نصب العین کے سلسلے میں ہم سے کیا گیا تھا۔ صحیح معنوں میں ٹھوس عمل کا وقت اب آیا ہے اور مجھے اس میں کوئی شبہ نہیں کہ باشعور مسلمان اپنی ذمہ داریوں کو پورا کریں گے اور ان تمام مشکلات اور موانعات پر غالب آ جائیں گے جو اس راہ میں لاحق ہوں گی''۔

(عیدالفطر کا پیغام، 18 اگست 1947ء) (طلوع اسلام، جنوری 1966ء، صفحہ: 52)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''مغربی پاکستان، مشرقی پاکستان سے قریب ایک ہزار میل کے فاصلے پر ہے اور ان کے درمیان مملکت ہند کا علاقہ حائل ہے، بیرونی ممالک کے ایک طالب علم کے دل میں جو پہلا سوال ابھرے گا وہ یہ ہوگا کہ ایسی مملکت کا قیام کس طرح ممکن ہوگا؟ ایسے دو خطوں میں جن میں اس قدر بُعد ہو، وحدتِ حکومت کس طرح ممکن ہوگی؟ میں اس سوال کا جواب صرف ایک لفظ میں دوں گا اور وہ یہ کہ ایسا ہمارے ایمان کی رو سے ہوگا ایمان خدا پر، ایمان اپنے آپ پر، ایمان اپنے مستقبل پر، لیکن میں سمجھتا ہوں کہ جو لوگ ہم سے اچھی طرح واقف نہیں وہ ایسے مختصر جواب کا پورا پورا مفہوم سمجھ نہیں سکیں گے، اس لئے میں چاہتا ہوں کہ اس اجمال کی تھوڑی سی تفصیل بھی بیان کر دوں (اس کے بعد انہوں نے فرمایا) پاکستان کی آبادی کی اکثریت مسلمانوں پر مشتمل ہے، ہم محمد الرسول اللہ ﷺ کی تعلیم کے پیرو ہیں، ہم اس اسلامی برادری کے ارکان ہیں جس میں حقوقِ شرف وتکریم اور احترام ذات کے اعتبار سے تمام افراد برابر ہوتے ہیں۔ بناء بریں ہم میں اخوت اور وحدت کا بڑا گہرا جذبہ ہے، ہماری اپنی تاریخ ہے اور اپنی رسوم وروایات۔ ہم اپنے نظریاتِ زندگی، نقطۂ نگاہ اور احساسِ دروں کے مالک ہیں۔ یہی وہ عوامل ہیں جو قومیت کی تشکیل کا معیار بنتے ہیں''۔ (آسٹریلیا کے باشندوں کے نام، 19 فروری 1948ء) (طلوع اسلام، اکتوبر 1973ء، صفحہ: 4)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ ہمارے اندر وہ لوگ موجود ہیں جو بیرونی قوتوں سے مالی امداد حاصل کر کے پاکستان کے درپے تخریب ہیں۔ میں آپ کو آگاہ کرنا چاہتا ہوں کہ آپ ان سے ہوشیار رہیں اور ان کے دلکش نعروں اور جاذبِ توجہ وعدوں کے فریب میں نہ آ جائیں''۔ (ڈھاکہ کی ایک تقریر، مارچ 1948ء) (طلوع اسلام، مئی 1948ء، صفحہ: 36)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''اگر خدا نے مجھے توفیق بخشی تو میں دنیا کو دکھا دوں گا کہ پاکستان اسلامی اصولوں پر عمل پیرا ہو کر ساری دنیا کے لئے مشعلِ راہ ہے، پاکستان ایک تحریک کا نام ہے جس کا مقصد پاکستان کے مرکز سے اسلامی نظریۂ حیات کا فروغ واشاعت ہے''۔ (طلوع اسلام، فروری 1959ء، صفحہ: 69)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''ہم نے آخری اور حتمی فیصلہ کرلیا ہے کہ پاکستان ہمارا واحد نصب العین ہے، ہم اس کی خاطر مسلسل جدوجہد کریں

گے اور اپنی جانیں تک قربان کردیں گے، کسی کو بھی اس بارے میں غلط فہمی نہ رہنی چاہئے، جمہوری نظامِ حکومت کا جنازہ نکل چکا ہے، اس قسم کی جمہوریت کا جو مسٹر ڈیسائی کے پیشِ نظر ہے، ہوسکتا ہے کہ ہماری تعداد کم ہو لیکن حکومت کو معلوم ہے اور میں یہ کہنے کی جسارت کرتا ہوں کہ اپنی کم تعداد کے باوجود اگر ہم اس امر کا ارادہ کرلیں تو تمہارے لئے اس سے سوگنا زیادہ مشکلات پیدا کرسکتے ہیں۔ جو کانگریس نے آج تک کی ہیں، یہ ایک دھمکی نہیں بلکہ ایک حقیقت کا اعلان ہے جس سے میں تمہیں خبردار کرتا ہوں''۔ (طلوع اسلام، مارچ 1961ء صفحہ:68)

طلباء

☆''آج پاکستان ہی ہماری وہ منزل مقصود ہے، جس کے لئے ہم برسرجنگ ہیں اور اگر ضرورت پڑی تو اس کے لئے جانوں کی بازی بھی لگائیں گے، اسے سودے بازی کا معاملہ نہ سمجھئے، میں نوجوانانِ ملت سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ اس کے لئے کمریں کس لیں اور منزلِ مقصود تک پہنچنے کی صلاحیتوں کو اجاگر کریں، ہماری امیدیں ملت کے نوجوانوں سے وابستہ ہیں''۔

(مسلم اسٹوڈنٹس کانفرنس نئی دہلی، نومبر 1940ء)(طلوع اسلام جنوری 1961ء، صفحہ:56)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''یاد رکھئے کہ آج جو کچھ بروئے کار لایا جارہا ہے، کل اسی کی باگ ڈور تمہیں سنبھالنی ہوگی، اس لئے میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ کیا آپ نے اپنے کو اس کے لئے تیار کرلیا ہے؟ کیا آپ اپنے آپ کو منظم کرچکے ہیں؟ اور کیا آپ میں اپنی ان ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کی صلاحیتیں بیدار ہوچکی ہیں جو آپ پر عائد ہونے والی ہیں؟ اگر نہیں تو پھر آگے بڑھئے اور یہ اب کرلیجئے۔ یہی موقع اس کے لئے مناسب ہے اور میں آپ کی کامیابی کی دعا کرتا ہوں''۔

(پنجاب مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن، 7 مارچ 1942ء)(طلوع اسلام جنوری 1966ء، صفحہ:47)

☆☆☆☆☆☆☆

(1941ء میں قائداعظم کے دورۂ حیدرآباد کے موقع پر بعض نوجوان طلبا کے سوالات اور قائداعظم کے جوابات)

س: مذہب اور مذہبی حکومت کے لوازم کیا ہیں؟

ج: جب میں انگریزی زبان میں مذہب کا لفظ سنتا ہوں تو اس زبان اور قوم کے محاورے کے مطابق لامحالہ میرا ذہن خدا اور بندے کے باہمی تعلق اور روابط کی طرف منتقل ہوجاتا ہے۔ لیکن میں بخوبی جانتا ہوں کہ اسلام اور مسلمانوں کے نزدیک مذہب کا یہ محدود اور مقید مفہوم یا تصور نہیں ہے، میں نہ کوئی مولوی ہوں نہ ملا نہ مجھے دینیات میں مہارت کا دعویٰ ہے، البتہ میں نے قرآن مجید اور قوانین اسلامیہ کے مطالعہ کی اپنے طور پر کوشش کی ہے اس عظیم الشان کتاب کی تعلیمات میں انسانی زندگی کے ہر باب کے متعلق ہدایات موجود ہیں، زندگی کا روحانی پہلو ہو یا معاشرتی سیاسی ہو یا معاشی غرض یہ کہ کوئی شعبہ ایسا نہیں جو قرآنی تعلیمات کے احاطے سے باہر ہو۔ قرآن کریم کی اصولی ہدایات اور سیاسی طریق کار نہ صرف مسلمانوں کے

لئے بہترین ہیں بلکہ اسلامی حکومت میں غیر مسلموں کے لئے حسن سلوک اور آئینی حقوق کا جو حصہ ہے اس سے بہتر کا تصور ناممکن ہے۔

س: اس سلسلے میں اشتراکی حکومت وغیرہ کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

ج: اشتراکیت، بالشویت یا دیگر اسی قسم کے سیاسی اور معاشی مسلک دراصل اسلام اور اس کے نظام سیاست کی غیر مکمل اور بھونڈی سی نقلیں ہیں ان میں اسلامی نظام کے اجزاء کا سار بط اور تناسب وتوازن نہیں پایا جاتا۔

س: ترکی حکومت تو ایک سیکولر اسٹیٹ ہے، کیا اس سے اسلامی حکومت مختلف ہے؟ آپ کا اس باب میں کیا خیال ہے؟

ج: ترکی حکومت پر میرے خیال میں مادی حکومت (سیکولر اسٹیٹ) کی سیاسی اصطلاح اپنے پورے مفہوم میں منطبق نہیں ہوتی، اب رہا اسلامی حکومت کے تصور کا امتیاز سو یہ بالکل واضح ہے اسلامی حکومت کے تصور کا یہ امتیاز پیش نظر رہنا چاہئے کہ اس میں اطاعت اور وفا کیشی کا مرجع خدا کی ذات ہے جس کے لئے تعمیل کا مرکز قرآن مجید کے احکام اور اصول ہیں، اسلام میں اصلاً نہ کسی بادشاہ کی اطاعت ہے نہ کسی پارلیمان کی نہ کسی اور شخص یا ادارے کی۔ قرآن کریم کے احکام ہی سیاست و معاشرت میں ہماری آزادی اور پابندی کے حدود متعین کرتے ہیں۔ اسلامی حکومت دوسرے الفاظ میں قرآنی اصول اور احکام کی حکمرانی ہے اور حکمرانی کے لئے (آپ جس نوعیت کی بھی چاہتے ہوں) بہرحال آپ کو علاقہ اور سلطنت کی ضرورت ہے۔

س: وہ سلطنت ہمیں ہند میں کس طرح نصیب ہوسکتی ہے؟

ج: مسلم لیگ، اس کی تنظیم، اس کی جدوجہد، اس کا رخ اس کی راہ، سب اس سوال کے جواب ہیں۔

س: جب آپ اسلامی اصول کے نصب العین اور طریق کار دونوں میں بہترین اور بدترین حکومت کا یقین رکھتے ہیں اور اجمالاً یہ بھی کہتے ہیں کہ مسلمانوں کو خود مختار علاقے اس لئے مطلوب ہیں کہ وہاں وہ اپنے ذہنی میلانات اور تصورات زندگی کو بلا روک ٹوک بروئے کار اور روبہ ترقی لاسکیں تو پھر اس میں کونسا امر مانع ہے کہ مسلم لیگ زیادہ تفصیل اور توضیح کے ساتھ اپنی جدوجہد کی مذہبی تعبیر وتشریح کردے۔

ج: (دقت یہ ہے کہ جب اس جدوجہد کو مذہب سے تعبیر کیجئے تو ہمارے علماء کی ایک جماعت بغیر اس بات کے سمجھنے کے کہ کام کی نوعیت، تقسیم عمل اور اس کے اصل حدود کیا ہیں، ان امور کو صرف چند مولویوں کا اجارا خیال کرلیتی ہے اور (اپنے حلقہ سے باہر) اہلیت ومستعدی کے باوجود مجھ میں یا آپ میں (یعنی کسی اور میں) اس خدمت کے سرانجام دینے کی کوئی صورت نہیں دیکھتی، حالانکہ اس منصب کی بجا آوری کے لئے جن اجتہادی صلاحیتوں کی ضرورت ہے انہیں میں ان مولوی صاحبان میں (الا ماشاء اللہ) نہیں پاتا (اور پھر مشکل اندر مشکل یہ کہ، وہ اس مشن کی تکمیل میں دوسروں کی صلاحیتوں

سے کام لینے کا سلیقہ بھی نہیں رکھتے۔ (طلوع اسلام، جنوری 1948ء، صفحہ:55)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''میں تمہاری طرح اب جوان نہیں، لیکن تمہارے پرشباب جذبات اور جوش وخروش نے مجھے ضرور جوان بنا دیا ہے، یہ تمہاری گذشتہ سات سالہ انتھک مساعی کا نتیجہ ہے کہ میں محسوس کر رہا ہوں کہ میرے ہاتھ اب کافی مضبوط ہو گئے ہیں اور آج یہ دعویٰ کرنے کے قابل ہیں کہ ہم میں کوئی فرقہ نہیں۔ اب ہم ایک متحد قوم ہیں، اور ایک ایسا مسلمان نہیں جو ہمارے نصب العین سے بے خبر ہو اور تو اور ایک ایک بچہ بھی یہ جان گیا ہے کہ ایک مسلمان کا مقصد حیات صرف پاکستان ہے''۔

(مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن سیالکوٹ۔ مئی ۱۹۴۴ء)

(طلوع اسلام۔ جنوری ۱۹۶۶ء صفحہ ۴۷)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''مسلم لیگ ہندوستان کی کامل آزادی کی طالب ہے، ایسی آزادی جو کسی ایک فرقہ کے لئے نہیں بلکہ ان سب قوموں کے لئے ہو جو اس برصغیر میں آباد ہیں مسلم لیگ داعی ہے ایک آزاد اور خود مختار اسلام کی اور اسلام ہر مسلمان سے توقع کرتا ہے کہ اس کے لئے اپنا فرض ادا کرے۔ تاریخ کے اس نازک دور میں وہ مقام اور منصب حاصل کرنے کے لئے جو مسلمانوں کی روایات اور ماضی کے ورثہ کے شایان شان ہو، جس قدر بھی عظیم قربانیاں کی جائیں کم ہیں اور بالخصوص اس وقت جب ایک ہولناک جنگ اور خطرناک ترین صورت حال درپیش ہے جس سے یقیناً نظام عالم بدل جائے گا، مجھے یقین ہے کہ ہندوستان کے مسلم نوجوان جن پر قومی ذمہ داریوں کا بار پڑنے والا ہے نو کروڑ اسلامیان ہند کے مستقبل کی تعمیر میں مدد کرنے سے قاصر نہیں رہیں گے''۔

(علی گڑھ مسلم یونیورسٹی یونین کے نوجوانوں کے نام پیغام)

(طلوع اسلام۔ دسمبر ۱۹۶۰ء صفحہ ۳۹)

☆☆☆☆☆☆☆

خواتین

☆''لیگ نے مسلمانوں کو ان کے رجعت پسند عناصر سے رہائی دلوائی ہے اور ایسی رائے تخلیق کر دی ہے کہ وہ لوگ جو خود غرضی سے اپنی ذاتی اغراض کے پیچھے پڑے ہوئے تھے، قومی غدار ہیں۔ لیگ نے آپ کو مولویوں اور ملاؤں کے ناکارہ عناصر سے بھی رہا کرا دیا ہے، مولوی کی جانب من حیث الجماعت اشارہ نہیں کر رہا، ان میں بعض مخلص ہیں مگر ان کا ایک طبقہ بڑا ہے، میں نوجوانوں سے اپیل کرتا ہوں کہ برطانوی حکومت، کانگریس، رجعت پسند مسلمان اور مولوی و ملا ان چاروں سے رہائی پانے کے بعد اب آپ فرقۂ اناث کو قید و بند سے چھڑائیں۔ اس سے میرا مطلب یہ نہیں کہ ہم اہل مغرب کی نقالی کریں اور

بے ہودگیاں اور خرابیاں اختیار کریں، ہرگز نہیں، میرا مقصد یہ ہے کہ ہماری مستورات ہماری زندگی میں نہ صرف معاشرتی بلکہ سیاسی لحاظ سے بھی حصہ لیں''۔

(مسلم یونیورسٹی علی گڑھ۔ ۵ فروری ۱۹۳۸ء)

(طلوعِ اسلام۔ نومبر ۱۹۶۷ء صفحہ ۲۰)

☆☆☆☆☆☆☆

انگریز

☆''برطانیہ ہندوستان کے مسلمانوں کو بھیڑیوں کے حوالے کرنا چاہتا ہے، اس میں شبہ نہیں کہ برطانیہ سے وہی بازی لے جا سکتا ہے، جس میں قوت ہو لیکن ہم ہندو اور برطانیہ دونوں سے لڑیں گے''۔

(سندھ مسلم لیگ کانفرنس۔ اکتوبر ۱۹۳۸ء)

(طلوعِ اسلام۔ فروری ۱۹۶۶ء صفحہ ۳۲)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''ڈیڑھ سو سال سے جو حکومت یہاں قائم ہے یہ عوام کی منظوری سے قائم نہیں ہوئی، یہ وہ نظام جمہوریت ہے جو مغلوں کی حکومت پر غالب آیا، اور برطانوی سنگینیں اس کی وجہ جواز ہیں نہ کہ عوام کی منظوری، عوام میں بیداری کی لہر پیدا ہو رہی ہے اور اسی بناء پر ہم اپنی آزادی کے طالب ہیں، ہم اپنی سرزمین کے مالک آپ بننا چاہتے ہیں اور برطانوی تسلط کو خیر باد کہنا پسند کریں گے، پاکستان کی تجویز اس سلسلے میں ہندوستان کی حقیقی آزادی اور استقلال کا صرف آغاز ہے''۔

(مسلم لیگ کونسل نئی دہلی۔ ۹ ستمبر ۱۹۴۲ء)

(طلوعِ اسلام۔ جنوری ۱۹۶۶ء صفحہ ۴۵)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''میں خوش ہوں کہ برطانوی عوام نے بالآخر نیند سے ذرا آنکھ کھولی ہے، برطانوی قوم کا معمول یہ ہے کہ وہ اس وقت بیدار ہوتے ہیں، جب خطرہ سامنے آ جائے، میں پوچھتا ہوں کہ مطالبۂ پاکستان کے خلاف آخر اعتراض کیا ہے؟ صرف ایک ہی اعتراض کہ ہندو پورا ملک چاہتے ہیں، اگر سارا ملک ان کے سپرد کر دیا جائے تو ہماری حیثیت ایک اقلیت سے زیادہ نہیں ہوگی، اس لئے سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا برطانیہ اپنی سنگینوں کے زور پر ہندو سامراج کی سرپرستی کرنا پسند کرے گا، اگر ایسا ہوا تو یاد رکھو کہ تم عزت، راستبازی اور صداقت شعاری کا آخری نشان تک کھو بیٹھو گے، برطانوی حکومت اور برطانوی عوام جس قدر جلد ہندوستان کی حقیقی صورت حال اور حقائق کو سمجھ لیں گے اتنا ہی ان کے لئے بہتر ہوگا، نہ صرف ان کے لئے بلکہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے لئے بھی، اس لئے یہ ذمہ داری برطانوی حکومت پر ہے کہ وہ حقائق سے روگرانی اختیار نہ کرے بلکہ مسائل کا

مضبوطی اور صفائی سے مقابلہ کرے''۔

(لندن میں مذاکرات کے خاتمہ پر کنگزوے ہال میں تقریر)

(طلوعِ اسلام۔جنوری ۱۹۶۶ء صفحہ ۵۱)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''ہم جانتے ہیں کہ برطانیہ کے پاس مشین گنیں ہیں وہ اپنی طاقت کو جس طرح چاہیں استعمال کریں۔دنیا کی کوئی عدالت نہیں جس کے پاس ہم اس کے خلاف اپیل کرسکیں۔دوسری پارٹی کانگریس ہے وہ پوری طرح دوسرے قسم کے ہتھیاروں کو استعمال کرے گی' اس لئے اب ہم اپنے حفظ و بقاء کے لئے آئینی طریقوں کو خدا حافظ کہنے پر مجبور ہیں اور اب ہم نے طے کرلیا ہے کہ براہ راست اقدام کی تیاریاں اور عمل ہماری پالیسی اور پروگرام کا جزو ہوگا''۔

(پریس کانفرنس' جولائی ۱۹۴۶ء)

(طلوعِ اسلام۔فروری ۱۹۶۶ء صفحہ ۳۴)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''لارڈ پیتھک لارنس نے دارالامراء میں کہا ہے کہ ہم مسٹر جناح سے اس پر اتفاق نہیں کرسکتے کہ انہیں مسلم نامزدگان کی اجارہ داری سونپ دی جائے' میں پوچھتا ہوں کہ وزیر ہند کو موجودہ ذمہ داری کس نے عطا کی؟ کیا اسے ہر انگریز کی اجارہ داری حاصل ہے؟ پھر ایسی بے تکی ہانکنے سے فائدہ؟ آخر اسے یہ کیونکر حق حاصل ہے کہ وہ برطانوی عوام کی طرف سے جن کی صرف ساٹھ فیصدی تعداد اس کی حکومت کے پیچھے ہے کوئی گفتگو کرے۔ہم اس پر اتفاق نہیں کرسکتے' کہ ملت کے ایک غدار (کوئز لنگ) کو ایگزیکٹو کونسل میں کانگریس کی طرف سے نامزد کیا جائے' برطانوی حکومت اپنے ہاں خود جان ایمری اور لارڈ ہاہا جیسے غداروں سے کیا سلوک کرچکی ہے؟ کیا انہیں تختۂ دار پر نہیں کھینچ دیا گیا' بہت سے انگریز جنھوں نے اپنے ملک سے فریب کیا اور غدار قرار پائے انہیں پھانسی دے دی گئی' مجھے بھی یہ منظور نہیں کہ مسلمانوں کے کسی غدار کو ان کی نمائندگی کے لئے نامزد کیا جائے''۔

(مسلم لیگ کونسل ڈائریکٹ ایکشن۔۲۹ جولائی ۱۹۴۶ء)

(طلوعِ اسلام۔جنوری ۱۹۶۶ء صفحہ ۵۰)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''مسلم ہندوستان کو برطانیہ کی بدعہدیوں اور وعدہ خلافیوں نے ورطۂ حیرت میں ڈال دیا ہے' ہم نے اگست ۱۹۴۰ء کے اعلان کے مطابق ان سے یہ وعدہ لے لیا تھا کہ جب تک ہندوستان کی بڑی سیاسی جماعتوں اور قومی زندگی کے دوسرے اہم عناصر میں کوئی سمجھوتہ نہ ہوجائے' حکومت کے اختیارات کسی ایک پارٹی کے نام منتقل نہیں کئے جائیں گے' اس اعلان میں

یہ بھی تحریر ہے کہ جب تک ہندو مسلم سمجھوتہ نہ ہوگا' ہندوستان کے لئے کوئی نیا آئین متشکل نہیں ہوگا' لیکن آج حکومت برطانیہ نے اس صاف اور واضح اعلان کے پرزے پرزے کر دیئے ہیں''۔

(خطاب بتقریب عید۔ اگست ۱۹۴۶ء)

(طلوع اسلام۔ فروری ۱۹۶۶ء صفحہ ۳۴)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''میں آج مسرور ہوں اور ہم اس اظہار فخر کے قابل ہیں کہ ہم نے برطانوی حکومت کو ایک سبق سکھا دیا ہے' شر سے خیر کا پہلو نمایاں ہوتا ہے' اسلامی ہند نے ایک سرے سے دوسرے سرے تک یہ حقیقت واضح کر دی ہے کہ وہ پوری قوت سے مسلم لیگ کی پشت پر ہے' مجھے یقین ہے کہ ہمارے مخالفین اس حقیقت کو آئندہ پیش نظر رکھیں گے کہ ہماری صفوں میں انتشار پیدا کرنے کی ہر کوشش ناکام ثابت ہوگی''۔

(تقاریر و تحریرات جناحؒ۔ جلد اول)

(طلوع اسلام۔ جنوری ۱۹۶۶ء صفحہ ۴۶)

☆☆☆☆☆☆☆

کانگریس

☆''کانگریس نے اپنے طرز عمل سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ ہندوستان صرف ہندوؤں کے لئے ہے' اس نے نام نہاد نیشنلزم کا سوانگ بھر رکھا ہے اور میں یہ کہنے کی جرأت کرتا ہوں کہ کانگریس پارٹی کی موجودہ پالیسی جماعتی عناد اور فرقہ وارانہ مناقشت پیدا کر کے ملوکانہ تسلط کے استبقاء کا باعث ہوگی''۔

(خطبۂ صدارت اجلاس لکھنؤ)

(طلوع اسلام' دسمبر 1960ء صفحہ: 37)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''یہ صحیح ہے کہ برطانیہ اور کانگریس کے چند مسلمان دلالوں کے ذریعے مسلم لیگ میں تفرقہ ڈالنے کی کوشش کی گئی' یہ کانگریس کے پروردہ ہیں اور برطانوی شہنشاہیت کے معین و مددگار' کسی نہ کسی طرح ہندو اخبارات ان کا پروپیگنڈہ کرتے رہتے ہیں' میں ایسے مسلمانوں کو مسلمان نہیں سمجھتا' جو دشمن کے لشکر میں جائیں اور وہاں سے ہم پر تیر چلائیں' مسلمانوں اور مسلم لیگ میں تفرقہ اندازی کی کوشش بالکل بے سود بلکہ ایک بے ہودہ تماشا ہے کیونکہ آپ نے دنیا پر ثابت کر دیا ہے کہ صرف مسلم لیگ ہی مسلمانوں کا واحد نمائندہ ادارہ ہے''۔ (طلوع اسلام' مارچ 1961ء' صفحہ 73)

☆☆☆☆☆☆☆

ہندو

☆''ساورکر (صدر مہاسبھا) کی اسکیم یہ ہے کہ جب (انگریز کے چلے جانے کے بعد) میدانی، بحری اور فضائی فوج اور نظم ونسق میں ہندوؤں کو 75 فیصدی حصہ مل جائے گا تو پھر ہندو راج قائم کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ ان مسلمانوں کا کیا حشر ہوگا، جو شمال مغرب اور شمال مشرق میں بستے ہیں، سنئے وہ (مسٹر ساورکر) کہتے ہیں کہ سرحدوں پر ہندو فوج اس طرح بٹھا دی جائے گی، جس طرح اب برطانوی فوج متعین ہے اور یہ فوج اس کا خیال رکھے گی کہ مسلمان سر نہ اٹھا سکیں''۔

(آل انڈیا مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن۔ دسمبر ۱۹۴۱ء) (طلوع اسلام۔ فروری ۱۹۶۶ء صفحہ ۲۸)

☆☆☆☆☆☆☆

ابوالکلام آزاد

☆''آپ کا تار ملا، میں اس رازداری کا قائل نہیں۔ چونکہ آپ ہندوستان کے مسلمانوں کا اعتماد کلیۃً کھو چکے ہیں اس لئے میں بذریعہ خط وکتابت یا کسی اور نہج سے آپ سے ان معاملات پر بحث نہیں کرنا چاہتا، کیا آپ کو اس امر کا احساس نہیں کہ آپ کو ایک نمائشی صدر بنانے سے ہندوؤں کا اس کے سوا اور کچھ مقصد نہیں کہ اس سے یہ ظاہر ہو جائے کہ کانگریس یقینا ایک قومی جماعت ہے اور اس طرح باہر کی دنیا کو دھوکا دیا جائے، آپ نہ ہندوؤں کے نمائندے ہیں نہ مسلمانوں کے، کانگریس ہندو جماعت ہے اس لئے اگر آپ کو عزتِ نفس کا کچھ پاس ہے تو اس جماعت سے فوراً مستعفی ہو جایئے، اس وقت تک آپ نے لیگ کی تخریب کے لئے انتہائی کوشش کر دیکھی اور آپ کو علم ہے کہ آپ کس طرح اپنی کوششوں میں ناکام رہے ہیں۔ اب ان حرکات کو چھوڑ دیجئے''۔

(ابوالکلام آزاد کے تار کے جواب میں) (طلوع اسلام۔ اکتوبر ۱۹۵۱ء صفحہ ۵۱)

☆☆☆☆☆☆☆

گاندھی

☆''ان کا (گاندھی جی کا) مقصد وہ نہیں ہوتا جو وہ زبان سے کہتے ہیں، اور جو ان کا مقصد ہوتا ہے وہ کہتے نہیں، جب ان کے مفید مطلب ہوتا ہے تو وہ کہہ دیتے ہیں کہ وہ کسی کے نمائندے نہیں، وہ محض انفرادی حیثیت سے گفتگو کر رہے ہیں۔ وہ کانگریس کے چار آنہ کے ممبر بھی نہیں رہے اور جب ضرورت ہوتی ہے تو سارے ہندوستان کے واحد نمائندے بن جاتے ہیں۔ جب اور حربوں سے کام نہیں چلتا تو مرن برت رکھ لیتے ہیں، جب کوئی دلیل پاس نہیں ہوتی تو اندرونی آوز، کو بدل لیتے ہیں۔ کہئے کہ ایسے شخص سے ہم کس طرح بات کر سکتے ہیں؟ وہ تو ایک چیستان ہیں، ایک معمہ ہیں''۔

(جلسۂ عام میں تقریر۔ اگست ۱۹۴۵ء) (طلوع اسلام۔ فروری ۱۹۶۶ء صفحہ ۳۰)

☆☆☆☆☆☆☆

☆ ''یہ قطعی افترا اور مسلمانانِ ہند کی توہین ہے جس کا مسٹر گاندھی جیسے مرتبہ کی شخصیت کو مرتکب نہیں ہونا چاہئے تھا' میں مسٹر گاندھی کو یقین دلانا چاہتا ہوں کہ مسلمانانِ ہند اپنی اور صرف اپنی طاقت پر بھروسہ کئے ہوئے ہیں' ہم نے اپنے حقوق اور مفادات کے تحفظ کے لئے کانگریس اور برطانیہ دونوں کے خلاف آخری خندق تک لڑنے کا عزم کر رکھا ہے اور کسی دوسرے پر تکیہ نہیں کرنا چاہتے''۔

☆☆☆☆☆☆☆

قائداعظم اور طلوع اسلام

اقتباسات از ماہنامہ طلوع اسلام

☆ ''قائداعظمؒ نے خود ایک مرتبہ اپنی تقریر میں کہا تھا کہ جب وہ پہلی مرتبہ 36۔37ء میں اس آواز کو لے کر اٹھے ہیں تو حالت یہ تھی کہ جب وہ لاہور گئے تو کسی نے اپنے یہاں ٹھہرنے کے لئے نہیں کہا اور انہیں ہوٹل میں رات کاٹنی پڑی' پشاور گئے ہیں تو سرکٹ ہاؤس میں ٹھہرے لیکن کوئی شخص ملنے تک نہ آیا۔ دو تین برس کے بعد جب (1940ء میں) پھر لاہور گئے ہیں تو سارا پنجاب دیدہ و دل فرشِ راہ کئے استقبال کے لئے موجود تھا۔ یہ کیا تھا؟ محض حق وصداقت کی آواز کا اثر۔ ورنہ انہوں نے پہلے دن سے وقتِ آخر تک کبھی کوئی ایسا حربہ استعمال نہیں کیا جس سے عام طور پر عوام کی ہردلعزیزی حاصل کی جایا کرتی ہے۔ 1938ء کا ذکر ہے جب مسٹر جناح پہلی مرتبہ قائداعظم کی حیثیت سے شملہ تشریف لے گئے' مسلمانان شملہ نے اپنے محبوب قائد کے استقبال میں ایسا پرشکوہ جلوس مرتب کیا جس کی نظیر اس سے پیشتر کبھی کسی نے نہ دیکھی تھی۔ جلوس ریلوے اسٹیشن سے چل کر مال روڈ کے راستے تار گھر کے قریب تک آ پہنچا' وہاں سے اسے نیچے کے بازار کی طرف جانا تھا۔ اس بازار میں عوام کا ہجوم تھا جو ملت اسلامیہ کے قائد کو اس ہیٹ کے ساتھ دیکھنے کا متوقع نہ تھا جو حسب عادت جناح صاحب کے زیب فرق تھا۔ بعض حساس قلوب نے باہمی اشارے کئے اور یہ سوچا کہ اس ہیٹ کے بجائے اگر جناح صاحب برہنہ سر ہی رکشا میں بیٹھے رہیں تو بھی عوام کے نزدیک زیادہ قابل اعتراض نہ ہوگا انہوں نے اپنے میں سے ایک شخص کو جس پر جناب جناح بڑی شفقت فرمایا کرتے تھے' اس کے لئے آمادہ کیا کہ وہ اس احساس کو ان تک پہنچا دیں' وہ خاموشی سے ہجوم کو چیرتے ہوئے ان تک پہنچے اور ان کی خدمت میں باادب گذارش کی کہ لوگوں کا یہ خیال ہے' جناب جناح نے اس مشفقانہ تبسم کے ساتھ جو انہی کے ساتھ مختص تھا اور کسی کو نصیب نہیں ہوا' ان سے کہا ''تمہارا جذبہ بجا اور احساس درست ہے لیکن اس کی فکر نہ کرو' محمد علی ان سطحی حربوں سے پاپولر نہیں بننا چاہتا۔ اگر اس میں خلوص اور خدمت کی جاذبیت ہوگی تو یہ خود بخود مقبول ہو جائے گا۔ اور اگر یہ نہیں ہوگا تو اس طرح حاصل کی ہوئی ہردلعزیزی بڑی ناپائیدار ہوگی''۔

یہ 1938ء کا ذکر ہے' اس کے بعد ان کی دس سال کی زندگی ہمارے سامنے ہے۔ آپ کوئی بات بھی ایسی نہیں پیش کر

سکتے جس سے یہ ظاہر ہو کہ انہوں نے عام مقبولیت حاصل کرنے کے لئے کچھ بھی کیا ہو۔ بلکہ (اس کے برعکس) عوام میں ہردلعزیز بننے کے لئے عام طور پر جن خصوصیات کو ضروری سمجھا گیا ہے' ان میں وہ بھی نہ تھیں۔ نہ وضع قطع' نہ تراش خراش نہ رکھ رکھاؤ۔ حتیٰ کہ نہ وہ شاعرانہ تقریر بازی جس کی قوم اس قدر خوگر ہو چکی تھی' نہ نصب العین کے مقابلے میں کسی کے جذبات کی رعایت' نہ کسی کی خاطر اصول سے ایک قدم بھی انحراف۔ یہ وہ چیزیں تھیں۔ جن سے اچھے اچھے رہنما بھی غیر مقبول ہو جاتے ہیں لیکن ایک یہ مردِ خود شناس تھا کہ ان تمام موانعات کے باوجود ایسا ہردلعزیز ہوا کہ اس کی موت پر کروڑوں آنکھوں نے رات کی تنہائیوں میں جب کہ خدا کے سوا اور کوئی دیکھنے والا نہ تھا چپکے ہی چپکے آنسو بہائے اور ہر قلب نے یہ محسوس کیا کہ اس کا خود اپنا ایک حصہ الگ ہو گیا ہے۔ میرے گھر کا دیا بجھنے سے میرے ہی گھر میں اندھیرا ہوتا ہے' پڑوس والے کے ہاں بدستور روشنی رہتی ہے' لیکن سورج غروب ہو جانے سے ہر ایک کے گھر میں تاریکی کی سیاہ چادر بچھ جاتی ہے' یہ مقام اسی کو حاصل ہوتا ہے جو اپنی روشنی کو کسی خاص چار دیواری میں محصور نہ رکھے بلکہ ان حدود و قیود سے بلند ہو کر اپنی روشنی کو عام کر دے۔ تاریخ کی رصدگاہوں سے پوچھئے' یہ مقام بلند اسی کے حصہ میں آتا ہے جو بغیر کسی ذاتی غرض و غایت کے' حق و صداقت کے نصب العین کے حصول میں اپنی زندگی کو وقف کر دے' ذرا سوچئے کہ بالآخر ہمارے پاس وہ کونسی متاعِ ملی تھی جسے لے کر ہم اس بازار بیع و شریٰ میں نکلے تھے' ہمارے پاس تو وہ سوت کی انٹی بھی نہیں تھی جسے لے کر وہ بڑھیا یوسف کی خریداری کے لئے بازارِ مصر میں آئی تھی' زیادہ سے زیادہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ ایک پلیٹ فارم' ایک جھنڈا' ایک نصب العین۔ یہ تھی ہماری متاع قوم' لیکن ذرا اپنے دل کی دنیا ٹٹو لئے اور سوچئے کہ کیا' یہ الفاظ فی الحقیقت آپ کے دلوں کی ترجمانی کیا کرتے تھے یا محض زبان سے ادا ہو جایا کرتے تھے۔

کیا ہمارے اتحاد میں ائتلاف کی وہ کیفیت پیدا ہو گئی تھی جو دلوں کو جوڑ دیتی ہے یا حالت محض یہ تھی کہ تحسبھم جمیعاً و قلوبھم شتا۔ (تم انہیں اکٹھا تو دیکھ رہے ہو لیکن ان کے دل ایک دوسرے سے الگ الگ ہیں) اپنے دلوں سے پوچھئے اور جو جواب وہاں سے ملے اس کے بعد سوچئے کہ کیا ہمارے پاس وہ متاع بھی فی الحقیقت موجود تھی' جس کا ہم دعویٰ کیا کرتے تھے۔ جب یہ حقیقت آپ کے سامنے آئے گی تو پھر اندازہ ہو سکے گا کہ دنیا میں ایک شخص کا خلوص عمل اور کیریکٹر کیسا انقلاب پیدا کر سکتا ہے''۔ (اکتوبر ۱۹۴۸ء' ص ۹۔۱۰)

☆☆☆☆☆☆☆☆

☆''اس طرح جب پاکستان کا قیام عمل میں آیا تو یہ ہندو اور مسلمان دونوں کے نزدیک مسلم تھا کہ پاکستان کی قومی زبان اردو ہو گی' یہی وجہ ہے کہ جب ۱۹۴۸ء کے شروع میں قائداعظمؒ نے اس موضوع پر اظہار خیال کیا تو آپ نے یہاں تک کہہ دیا کہ جو شخص اردو کے خلاف بات کرتا ہے وہ پاکستان کا غدار ہے''۔ (۲۰ اگست ۱۹۵۵ء' ص ۳)

☆☆☆☆☆☆☆☆

☆''قائداعظم جو اس قوم کو ایک فرعون نہیں متعدد فرعونوں کے چنگل سے نکال کر اس نئی دنیائے امن وسلامتی میں لے آئے تھے ان کی عمر نے وفا نہ کی اور چل بسے تو عجیب افراتفری کا دور شروع ہو گیا اور اس گھر کی حالت بعینہٖ وہ ہو گئی جو ایک بزرگ کے اٹھ جانے کے بعد ناخلف اولاد کے ہاتھوں ہو جایا کرتی ہے۔ نام نہاد آزادی کی زندگی کو دیکھا جائے تو پاکستان قرونِ وسطیٰ کا وہ دربار نظر آتا ہے جس میں بادشاہ کے مرجانے کے بعد سازشوں کا جال بچھ گیا ہو' اقتدار کی کشمکش سے خانہ جنگی کی وہ صورت پیدا ہوئی کہ مقاصد کی تکمیل تو ایک طرف سرے سے مملکت کی برقراری مخدوش نظر آنے لگی''۔

(اگست ۱۹۵۷ء' ص ۴)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''اس کے بعد قائداعظم محمد علی جناح نے اس تحریک کو عملی شکل دی' وہ مسلسل اور متواتر ان بنیادی تصورات کو دہراتے رہے جو مطالبۂ پاکستان کی اساس اور اسلامی مملکت کے لاینفک اجزائے ترکیبی تھے' یعنی۔

1۔ قومیت کا مدار آئیڈیالوجی کے اشتراک پر ہے نہ کہ ہم وطنی پر اور

2۔ اسلامی مملکت کی آزادی اور پابندی کے حدود قرآن کریم کے اصول و احکام متعین کرتے ہیں' انہوں نے سب سے پہلے اس حقیقت کو واضح کیا کہ پاکستان ایک اسلامی مملکت ہو گی''۔ (جنوری ۱۹۶۱ء' ص ۱۶)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''ہر مسلمان جس نے تحریک پاکستان کا بغور مطالعہ کیا ہے اس حقیقت سے بخوبی آگاہ ہے کہ اس تحریک کے آغاز سے قبل برصغیر ہند کے مسلمانوں کا سفینۂ حیات کس گرداب بلا کا شکار تھا اور جمہوریت کے مغربی تصور کی بلا خیز موجیں کس تندی سے اسے ابدی غلامی اور موت کے ہولناک دہانے کی طرف بہائے چلی جا رہی تھیں' اس سانحۂ قیامت میں قائداعظم کی دور اندیشی اور فرض شناسی نے ملت کو خود آگہی اور خودنگری کے احساس سے نشاۃ ثانیہ کے جس مقام محمود تک پہنچایا اسے ہماری آئندہ نسلیں اور تاریخ فراموش نہیں کر سکیں گی''۔ (جنوری ۱۹۶۱ء' ص ۴۴)

☆''قائداعظم کی مایۂ ناز قیادت اور حسن تدبر کا یہ کس قدر عظیم شاہکار تھا کہ وہ قوم جو چند سال قبل اپنے مسلسل زوال اور انتشار کے باعث غول بیابانی سے زیادہ حیثیت نہ رکھتی تھی ایک واضح نصب العین کا سہارا لے کر دیکھتے ہی دیکھتے اس انقلاب حیات کی فاتح قرار پا گئی جس نے سیاسیات عالم کے نقشے بدل کر رکھ دیئے اور عالم اسلام کی تاریخ کو ایک فردوس گم گشتہ کی باز آفرینیوں سے ہم آغوش کر دیا''۔ (جنوری ۱۹۶۱ء' ص ۴۹)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''قائداعظمؒ کی سیاست کا یہ انتہائی باکمال کارنامہ ہے کہ انہوں نے یہ چومکھی لڑائی اس انداز سے لڑی کہ نہ کوئی ہنگامہ کھڑا کیا نہ جلاؤ گھراؤ کے فسادات برپا کئے نہ شورشیں اٹھائیں' نہ اینٹ پتھر برسائے۔ صرف اپنے تدبر' فراست اور

عظمت کردار سے یہ مہیب جنگ اس طرح جیت لی کہ تاریخ اس پر آج تک انگشت بدنداں ہے''۔

(عظمت کردار کا گوہر تابدار' ص ۱۹' دوسرا ایڈیشن)

☆☆☆☆☆☆☆☆

☆'' قائداعظم کا انداز یہ تھا کہ وہ بات بڑی مختصر کرتے تھے لیکن وہ ہوتی تھی' بڑی جامع صاف' سیدھی دوٹوک' اس میں نہ کوئی پیچ وخم ہوتا تھا نہ ابہام یا الجھاؤ''۔ (فروری ۱۹۶۳ء' ص ۱۹)

☆☆☆☆☆☆☆☆

☆'' مرتے وقت یہ شمع کس کے ہاتھ میں دینی ہے؟ علامہ اقبالؒ کی نگہ حقیقت بیں نے اس کا انتخاب بہت پہلے کر لیا تھا' انہوں نے دیکھ لیا تھا کہ اس ہجوم میں ایک مرد راہ بیں ایسا ہے جس کے سپرد یہ امانت نہایت اطمینان اور وثوق سے کی جاسکتی ہے' یہ تھے مسٹر محمد علی جناح بار ایٹ لاء جنہیں ملت کی متحدہ آواز نے قائداعظم کہہ کر پکارا اور انہوں نے اپنی بے لوث خدمت' بے پناہ محنت اور بلند ترین کیریکٹر سے ملت کے اس اعتماد کو سچ کر دکھایا''۔ (اکتوبر ۱۹۶۳ء' ص ۴۰)

☆☆☆☆☆☆☆☆

☆''اس محسن جلیل کے حسن تدبر اور عزم صمیم نے ہماری فریب خوردہ بھولی بھٹکی زوال پذیر اور منتشر سی قوم کو جو بساط سیاست پر قدم بقدم مات کھا رہی تھی۔ از سر نو آزادی و استقلال کی گم گشتہ منزلوں کا سراغ دیا' ان منزلوں کے نشان راہ عطا کئے اور وحدت فکر وعمل کی وہ امنگیں بخشیں جن کے صدقے میں یہ ملت درماندہ پورے عزم ہم آہنگی اور یکجہتی سے آغاز سفر کے قابل ہوگئی۔ مارچ 1940ء میں اس نے اپنی منزل کا تعین کیا اور اگست 1947ء میں یہ منزل مراد اس کے قدم لے رہی تھی''۔ (جنوری ۱۹۶۴ء' ص ۲)

☆☆☆☆☆☆☆☆

☆'' قائداعظم کی سیرت وکردار کے سب سے درخشاں نقوش اس وقت مزید نکھر اور ابھر کر سامنے آتے ہیں جب ہم اپنی قوم کی اس دور کی نفسیات کی صحیح صحیح کیفیات کو سامنے لاتے ہیں' ہمیں صاف صاف یہ نقشہ دکھائی دیتا ہے کہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد اس برصغیر کے مسلمان سیاسیات کی گذرگاہوں میں نہ تو اپنے لئے کسی منزل کا تعین کر سکے اور نہ فکر و بصیرت کی بنا پر زندگی کے کوئی ٹھوس مقاصد ان کے سامنے لائے گئے سرسیدؒ نے ایک فکر اور منزل کا سراغ دیا لیکن جذبات پسند قوم نے اسے ایک تحریک کی شکل میں اپنانے سے گریز کیا' اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ محض جذبات پر مبنی تھا' تحریک خلافت' تحریک ہجرت اور اس نوعیت کی دیگر ہنگامی تحریکوں کے نام پر انہوں نے سیاسیات ہند میں جو ہنگامے بپا کئے ان کی کیفیت بگولوں کے رقص سے زیادہ نہیں تھی' جذباتی ہنگاموں کے ذریعہ انہوں نے جو طوفان قیامت بھی پیدا کیا وہ ان کی عملی قوتوں کو بیش از بیش مضحل کرتا گیا۔ ان کی وحدت فکر وعمل سے یہ محرومی ان کی بے بسی اور بیچارگی میں اضافہ کرتی چلی گئی چنانچہ

1935ء میں جب قائداعظم نے اس کی عنان قیادت اپنے ہاتھوں میں لی تو چاروں طرف مایوسی اور شکست، انتشار اور اضطراب کا اندوہناک سماں طاری تھا۔ مایوسی اور بیچارگی کے موت آفریں مرحلہ میں اگر قائداعظم کی قیادت آڑے نہ آتی تو ہندو قوم پورے برصغیر پر اپنا تسلط جما چکی ہوتی اور اس کی غلامی اور محکومی میں مسلمانوں کا جو حشر ہوتا اس کا اندازہ اس صورت حال سے بخوبی لگایا جاسکے گا۔ جو 1937ء کے صوبائی انتخابات کے بعد ہندو اکثریت کے صوبوں میں منظر عام پر آئی اور تقسیم ہند کے بعد اب پورے بھارت میں اس کی بھیانک تصویریں قدم قدم پر دکھائی دے رہی ہیں۔ قائداعظم کی سیرت وکردار کا یہ بہت بڑا معجزہ ہے کہ مسلم اکثریت کے علاقوں میں نہ صرف یہ کہ کروڑوں مسلمان اس صورت حال کا شکار بننے سے بچ گئے بلکہ وہ ان علاقوں میں ہندو کے بالمقابل اپنی آزاد اور خود مختار مملکت کے قیام کے بھی قابل ہو گئے۔ جو مملکت پاکستان کے نام سے وجود پذیر ہوئی اور اس کا وجود کروڑوں مسلمانوں کی مقدس امنگوں اور آرزوؤں کا مرکز قرار پا گیا''۔

(جنوری 1964ء، ص:3)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''ہمیں توقع کرنی چاہئے کہ ہماری مملکت کے کارفرما ملک وملت کو سالہا سال کی پیدا شدہ الجھنوں اور پریشانیوں سے نجات دلانے کے لئے پوری جرأت سے الا کی اس منزل کو اختیار کریں گے اور اس طرح پاکستان میں دین خداوندی کے منشاء ومقصود کے مطابق ایک ایسا معاشرہ متشکل کرنے کے قابل ہو سکیں گے جو تحریک پاکستان کا حقیقی نصب العین اور بانی پاکستان کے فاتحانہ عزائم کا محور تھا۔ قائداعظم کا یوم ولادت اسی منزل مقصود کی نشان دہی کرتا ہے اور اسی منزل مراد کا حصول دین خداوندی کی عالم آرائی کا واحد ذریعہ ہے''۔ (جنوری 1964ء، ص:6)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''وہ دیکھئے سامنے ساحل سے بہت دور ایک کشتی طوفانوں سے کھیلتی ہوئی اپنی منزل مقصود کی جانب بڑھ رہی ہے۔ یہ ملت پاکستان کی نوخیز امنگوں اور عزائم کا سفینۂ حیات ہے اور ایک ہولناک بھنور کو شکست دے کر نئے طوفانوں کے ہجوم میں آگے ہی آگے بڑھا جا رہا ہے، اس کی زندگی سے ابتلاؤں اور آزمائشوں کی محشر خیز ہلاکت سامانیوں سے وابستہ ہے اور اس پر ایک کڑا وقت بھی آیا ہے جب اس کے پتوار تک کھو گئے تھے، اس کے مسافر ایک دوسرے سے برسرِ پیکار تھے۔ کئی ایک بحری قزاقوں سے پیمانِ وفا استوار کر چکے تھے۔ کئی ایک اس کی تہہ میں چھید کئے جا رہے تھے، مایوسی اور شکست کے اس گرد وغبار میں اس کی منزل مقصود نگاہوں سے اوجھل ہو گئی تھی اور کوئی نہیں جانتا تھا کہ اس کی تباہی کا مرحلہ کس قدر قریب ہے۔ اس ہوشربا کیفیت میں ایک مرد راہ بیں اور پیکر عزم ودانش اس کی ناخدائی کی امنگیں لے کر آگے بڑھا اور اس ڈوبتی ہوئی نیا کو مردانہ وار کھیتا ہوا، ساحل مراد کی طرف لے آیا۔ وہ سمندر کی موجوں سے لڑا، حوادث کے طوفانوں سے وقف پیکار ہوا، اغیار پرستوں اور قومی سلامتی کے دشمنوں سے ٹکرایا اور ایک دن اہل کشتی کا خراج تحسین حاصل کرنے کے قابل ہو گیا، یہ محسنِ قوم تھا بانی

پاکستان قائداعظم محمد علی جناحؒ‘‘۔

(جنوری1966ء،ص:42)

☆’’اس سانحۂ قیامت میں جب قائداعظم مرحوم ومغفور مسلمانوں کی سیاسی قیادت کے لئے میدان میں اترے اور انہوں نے تسبیح کے بکھرے ہوئے دانوں کو ایک سلک تنظیم میں پرونے کا کام سنبھالا تو ان کی راہ میں مشکلات وموانعات کے پہاڑ سر اٹھائے کھڑے تھے۔ وہ بساط سیاست پر اپنے مدمقابل کے مہروں کو مات دینے کی صلاحیت رکھتے تھے‘ ان کے تدبر اور فراست نے دشمنوں پر ایک تہلکہ سا ضرور بٹھا دیا تھا لیکن ایک محاذ ایسا بھی تھا جو قائداعظم کے بس کا نہ تھا۔ یہ محاذ تھا ان مخالفین کی مدافعت پر جو قال اللہ اور قال الرسول کے نقاب میں آگے بڑھ رہے تھے۔ یہاں معاملہ مذہبی پیشوائیت کے ان مہروں سے تھا‘ جنہیں جبہ ودستار کے تقدس میں دشمن اپنا آلۂ کار بنا کر آگے بڑھ چکا تھا اور یہ ’’مفتیان شرع مبین‘‘ خوف خدا اور تقاضائے ایمان ودین سے بے نیاز ہو کر یہ فتویٰ صادر فرما رہے تھے کہ واردھا آشرم کے مہاتما اور آنند بھون کے پنڈت بروئے شریعت ہمارے سیاسی امام قرار پا سکتے ہیں کیونکہ سیاست کو مذہب سے کوئی واسطہ نہیں اسلام پرائیویٹ معاملہ ہے اور ملکی سیاسیات اور آزادی کی جدوجہد ہندوؤں‘ مسلمانوں اور دیگر اقلیتوں پر مشتمل متحدہ قومیت کا مسئلہ‘‘۔ (جون۱۹۶۶ء،ص ۴۲)

☆☆☆☆☆☆☆

☆’’۱۹۳۸ء میں علامہ اقبالؒ کا انتقال ہو گیا تو مذہبی پیشوائیت نے اطمینان کا سانس لیا کہ اب خطرہ ٹل گیا ہے‘ لیکن انہیں معلوم نہیں تھا کہ قائداعظم محمد علی جناح اسی شمع کا علمبردار تھا جسے فکر اقبال نے روشن کیا تھا‘ انہوں نے اس پکار کو برابر جاری رکھا کہ پاکستان میں نہ ملوکیت کو کسی قسم کا دخل ہو گا نہ وہاں مذہبی پیشوائیت بار پا سکے گی‘‘۔

(جون1967ء،ص:10)

☆☆☆☆☆☆☆

☆’’جب مسٹر گاندھی نے ہندوستان میں عام سول نافرمانی کی تحریک شروع کی تو اس نے قائداعظم سے کہا کہ چونکہ ملک سے انگریزوں کو نکال باہر کرنے کے مسئلہ میں وہ بھی متفق ہیں اس لئے وہ اس تحریک میں ان کا ساتھ دیں‘ قائداعظمؒ نے اس کے جواب میں ان سے کہا تھا کہ گاندھی جی! قوم کو قانون کی اطاعت سکھایئے‘ سرکشی اور نافرمانی کا سبق نہ پڑھایئے‘ اسے آپ نے نافرمانی کا عادی بنا دیا تو آج یہ انگریزی قانون کی نافرمانی کرے گی اور کل کو (جب آپ کی حکومت قائم ہو گی تو) آپ کے احکام کی بھی نافرمانی کرے گی‘‘۔ (فروری1969ء،ص:27)

☆☆☆☆☆☆☆

☆’’ملت اسلامیہ کے مجاہداعظم محمد علی جناح نے دس سال تک مسلسل لڑائی لڑی اور ہندو اور انگریزوں کے علاوہ خود نیشنلسٹ مسلمانوں‘ جمیعت العلماء‘ جمیعت انصار‘ سرحد کے سرخ پوش‘ مجلس احرار نیز جماعت اسلامی اور یونینسٹ پارٹی کی

مسلسل مخالفت کے علی الرغم پاکستان حاصل کرلیا''۔ (طلوع اسلام مارچ 1969ء ص:65)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''سرسید واقبال کی مساعی جمیلہ کے بعد جوعظمت آفریں شخصیت ہمارے سفینۂ حیات کی ناخدائی کے لئے آگے بڑھی اور اسے ساحلِ مراد سے ہمکنار کر کے دم لیا وہ قائداعظم محمد علی جناح تھے۔ تاریخ شہادت دے گی کہ اس قائد جلیل کی شان قیادت نے اپنے تگ وتاز کے پورے دور میں ایک لمحہ کے لئے بھی جذباتی رجحان کی دلفریبیوں کا سہارا نہیں لیا۔ ہندو قوم تعلیم وترقی اور فکروشعور کی سنجیدگی میں مسلمانوں سے کس قدر آگے تھی لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ وہاں گاندھی جی جیسی شہرۂ آفاق شخصیت کو اپنی لیڈرشپ کا سکہ جمانے کے لئے مہاتمائی روپ دھارنا پڑا۔ اور وہی انداز اختیار کرنے پڑے جو ہندو کے جذبات کو اپیل کرسکیں۔ لیکن کیسا حیرت انگیز ہے سیاسیات ہند کی تصویر کا یہ دوسرا رخ کہ جناحؒ مسلمانوں جیسی جذباتی قوم کی قیادت کے لئے میدان میں آئے اور انہوں نے قومی جذبات پر اثرانداز ہونے کے لئے اس قسم کا کوئی ادنیٰ کھیل کھیلنے کی ضرورت محسوس نہ کی۔ زندگی کے آخری سانس تک انہوں نے اس قسم کی دلفریب نمائشوں سے کلیتہً اجتناب کیا۔ یہی ہے جناحؒ کی عظمت کا وہ امتیازی نشان جسے ہم ان کے کمالات میں سب سے زیادہ اہمیت دیتے ہیں اور یہی تھا ہماری فتح عظیم کا وہ حقیقی راز جو حصول پاکستان کا حقیقی امین قرار پائے گا''۔ (اپریل 1969ء ص:39)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''سرسیدؒ اقبال اور قائداعظم نے اس بدنصیب قوم کو جذبات پرستی کی تند آندھیوں اور مسلک تقلید کی گہری تاریکیوں سے نکال کر فکروبصیرت کی روشنی میں سفرزندگی طے کرنے کے قابل بنایا تھا لیکن قوم کی بدنصیبی کی انتہا یہ تھی کہ حصول پاکستان کی فاتحانہ معرکہ آرائی کے بعد جب قیادت کا میدان خالی ہوگیا تو قوم کے جذبات سے کھیلنے والے مفاد پرست عناصر پھر آگے بڑھ آئے اور ہمارے سب سے بنیادی مسائل بھی جو انتہائی سنجیدہ فکر کے محتاج تھے' جذباتی رجحانات کے سپرد کردیئے گئے اور اس کا نتیجہ سب کے سامنے ہے''۔ (اپریل 1969ء ص:43)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''اس میں شبہ نہیں کہ قائداعظمؒ سے پہلے ملت اسلامیہ ہندیہ کے بہت سے مایہ ناز فرزندوں نے حصول آزادی کے لئے سرفروشانہ جدوجہد کی اور بے مثال قربانیوں کی یاد چھوڑی' ان سب کی عزت اور احترام ہمارے دل میں ہے لیکن یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ ان کی جدوجہد کا منتہیٰ مسلمانوں کو غیرمسلموں کے مظالم سے نجات دلانا یا زیادہ سے زیادہ ملک کو غیر ملکی فرمانرواؤں کی حکومت سے آزاد کرانا تھا' مسلمانان ہند کے لئے ایک آزاد اسلامی مملکت کا قیام ان کے پیش نظر نہیں تھا''۔

(اکتوبر 1969ء ص:3)

☆☆☆☆☆☆☆

☆ ''یہ سعادت صرف اس برصغیر کے مسلمانوں اور قائداعظم کی حقیقی انقلابی شخصیت کے حصے میں آئی تھی کہ انہوں نے اجنٹا ایلورا' موہنجوداڑو اور گندھارا کے بندھنوں سے لاتعلقی کا اعلان کر کے اسلام کو اپنی قومیت کا مدار قرار دیا' اسی اساس پر اپنی جنگ لڑی اور جیتی۔ اسلام کو عرب ملوکیت کی چھاپ سے آزاد کرا کے ایک زندہ و پائندہ حقیقت ثابت کرنے کا بیڑا اٹھایا''۔

(مارچ 1972ء ص:50)

☆☆☆☆☆☆☆

☆ ''۱۹۳۷ء میں جب قائداعظم علامہ اقبال کے اس تصور اسلام کو عملی پیکر میں متشکل کرنے کے لئے مصروف جدوجہد ہوئے تو انہوں نے ایک دن مجھے یاد فرمایا اور کہا کہ میں جانتا ہوں کہ یہ تحریک جسے لے کر ہم اٹھے ہیں تمہارے لئے تقاضائے دین ہے۔ اس میں ہمارا مقابلہ تین محاذوں پر ہوگا' انگریز' ہندو اور نیشنلسٹ علماء جو ''قال اللہ اور قال الرسول'' کے پردے میں اس تحریک کی مخالفت کریں گے' پہلے دونوں دشمنوں سے ہم نمٹ لیں گے' میں چاہتا ہوں کہ یہ تیسرا محاذ تم سنبھال لو'۔

(پرویز' طلوع اسلام ستمبر 1972ء ص:19)

☆☆☆☆☆☆☆

☆ ''میں نے ضروری سمجھا ہے کہ کم از کم اتنا تو بتا دیا جائے کہ قائداعظم اس باب میں کیا کہا کرتے تھے' مجھ پر یہ ذمہ داری ایک تو اس لئے عائد ہوتی ہے کہ جیسا کہ میں نے شروع میں عرض کیا ہے۔ پاکستان کا تحفظ میرا جزو ایمان ہے اور دوسرے اس لئے کہ مجھے قریب دس سال تک قائداعظم کے قریب رہنے کی سعادت حاصل رہی ہے۔ کل روز قیامت اگر انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ تمہارے سامنے میرے خلاف اس قسم کے الزامات تراشے جاتے تھے۔ میں اپنی مدافعت کے لئے وہاں موجود نہیں تھا تم ابھی زندہ تھے اور سب کچھ تمہارے علم میں بھی تھا' تم سے اتنا بھی نہ ہو سکا کہ حقیقت حال لوگوں پر واضح کر کے میری پوزیشن صاف کر دو' تو میں ان کے اس سوال کا جواب کیا دوں گا''۔

(پرویز' طلوع اسلام ستمبر 1972ء ص:24)

☆☆☆☆☆☆☆

☆ ''میں اتنا ہی کر سکتا ہوں کہ اک نالۂ دلدوز وآہِ جگر سوز کے ساتھ پکاروں کہ

''قائداعظم آپ کہاں ہیں''؟

آیئے اور دیکھئے کہ آپ نے وہ متاع بے بہا جو آپ کے گریہ ہائے سحری اور فغانِ نیم شبی کا حاصل تھی' جن سپوتوں کے سپرد کی تھی انہوں نے اس کے ساتھ کیا کیا ہے اور کیا کرنے کے ارادے باندھ رہے ہیں۔ سالارِ کارواں! تیرے قافلے کا یہ درماندہ راہی اس تیرہ و تار دشتِ کرب والم میں' تنہا مصروفِ نالہ وفغاں ہے' تو آ' اور کم از کم اس کے آنسوؤں کو اپنے دامن شفقت سے پونچھ دے! اس کا اتنا حق تو آپ پر ضرور ہے۔

کچھ نقش تری یاد کے باقی ہیں ابھی تک
دل بے سروساماں سہی ویراں تو نہیں ہے''۔

(پرویز' طلوع اسلام ستمبر 1972ء' ص:42)

☆'' زیادہ حیرت افزا اور تعجب انگیز ہے وہ انقلاب جو محمد علی جناح کی زندگی میں رونما ہوا' وہ نہ صرف یہ کہ عقیدۂ وطنیت پر نظری طور پر اعتقاد رکھتے تھے بلکہ عملاً بھی ان کا شمار کانگریس کے بلند ترین راہنماؤں میں ہوتا تھا' بمبئی کا'' جناح کانگریس ہال'' آج بھی ان کے عقیدۂ وطنیت کی یاد تازہ کراتا ہے۔ حیرت ہے کہ اقبال کی نگۂ دوررس نے کیسے بھانپ لیا کہ مسلمانوں کے لئے دو قومی نظریئے کی بناء پر ایک جداگانہ مملکت کا حصول اس شخص کے ہاتھوں ممکن ہوگا' جو اس قدر کٹر وطن پرست اور صف اول کا کانگریسی تھا اسے کہتے ہیں دیدہ وری اور مومنانہ فراست' قائداعظمؒ کے سوانحِ حیات کا مرتب ہیکٹر بولیتھو اس حقیقت کی پردہ کشائی کرتا ہے کہ اپنے قیام انگلستان کے دوران مسٹر جناح نے اقبال سے کئی ملاقاتیں کیں' وہ نہایت اچھے دوست تھے لیکن اس کے باوجود جناح نے اقبال کے دلائل کو فوری طور پر تسلیم نہ کیا' اس میں قریب دس سال کا عرصہ لگ گیا''۔

(طلوع اسلام' مئی 1973ء' ص:34)

☆☆☆☆☆☆☆

☆'' گاندھی جی کیا تھے؟ اس کے متعلق قائداعظم نے ایک فقرہ میں وہ کچھ کہہ دیا تھا جس کے لئے کتابوں کی کتابیں بھی کافی نہیں ہوسکتیں' بات یوں ہوئی کہ ایک دن گاندھی جی شوگرام آشرم میں اپنی کٹیا میں بیٹھے پرارتھنا میں محو تھے کہ ایک کونے سے ایک سانپ اندر آ گھسا۔ مہاتما جی خاموشی سے پرارتھنا میں مصروف رہے' اس نے کٹیا کا چکر کاٹا اور آہستہ سے باہر چلا گیا۔ ہندو اخبارات نے اسے مہاتما جی کی کرامت قرار دے کر بہت اچھالا' صبح کو یہ خبریں اخبارات میں شائع ہوئیں تو ایک اخبار کا رپورٹر قائداعظمؒ کے پاس گیا اور اس واقعہ کا ذکر کرنے کے بعد ان سے پوچھا کہ آپ کا اس کے متعلق کیا خیال ہے؟ قائداعظمؒ نے سر ہلایا اور نہایت سنجیدگی سے کہا'' جی ہاں! پروفیشنل ایٹی کیٹ! یہ وہ ریمارکس ہیں جن کا بس لطف لیا جا سکتا ہے سمجھایا نہیں جاسکتا''۔ (قائداعظم کے تصور کا پاکستان' تصنیف پرویزؒ صاحب)

☆☆☆☆☆☆☆

ادارہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کیا قائداعظم پاکستان کو سیکولر سٹیٹ بنانا چاہتے تھے؟

(سردار شوکت حیات کو غلط فہمی ہوئی ہے)

مفکرِ قرآن علامہ غلام احمد پرویزؒ کی زندگی کا آخری مضمون جو پریس میڈیا میں شائع ہوا

مفکرِ قرآن علامہ غلام احمد پرویزؒ نے اپنی نہایت کمزور صحت کے باوجود 25 اپریل 1984ء کو 25 بی گلبرگ 2، لاہور میں روزنامہ جنگ لاہور کے نمائندگان جناب ضیا شاہد صاحب، جناب اسد اللہ غالب صاحب اور جناب ارشاد عارف صاحب کو انٹرویو دیا جس کی ویڈیو بھی ادارہ طلوعِ اسلام کے پاس دستیاب ہے۔ روزنامہ جنگ لاہور نے 4 مئی 1984ء کے جمعہ میگزین میں جناب پرویزؒ کے انٹرویو میں دیئے گئے جوابات پر مشتمل مضمون کی صورت میں شائع کیا۔ چونکہ یہ مضمون نہایت اہم ہے۔ اور جناب پرویزؒ کا پریس میڈیا میں شائع ہونے والا آخری مضمون ہے اور آج بھی نہایت تازہ حالات کی روشنی میں پاکستانیوں کی خصوصاً اور عوام الناس کی عموماً راہنمائی کے لئے بہت ضروری معلومات کا حامل ہے، اس لئے بشکریہ روزنامہ جنگ لاہور اس مضمون کو دوبارہ ماہنامہ طلوعِ اسلام کی زینت بنایا جا رہا ہے۔

روزنامہ جنگ (لاہور) کے جمعہ میگزین ایڈیشن (بابت 13 الغایت، 19 اپریل 1984ء) میں سردار شوکت حیات کا ایک انٹرویو شائع ہوا ہے جس میں انہوں نے (ملخصاً) کہا ہے کہ قائداعظمؒ پاکستان کو اسلامی مملکت نہیں بلکہ سیکولر فلاحی مملکت بنانا چاہتے تھے۔ اس کی تائید میں انہوں نے قائداعظمؒ کی 11 اگست 1947ء کی تقریر کا حوالہ بھی دیا ہے۔ یہ کوئی نئی بات نہیں جو سردار شوکت حیات نے کہی ہو۔ اس سے پہلے بھی اس قسم کے شوشے چھوڑے جاتے رہے ہیں۔ مدون طور پر اسے جسٹس محمد منیر (مرحوم) نے اپنی کتاب From Jinnah To Zia میں چھوڑا تھا جس کا تفصیلی جواب میں نے اپنے ایک مقالہ میں دیا تھا۔

چونکہ سردار شوکت حیات نے اپنے انٹرویو میں وہی اعتراضات دہرائے ہیں جنہیں جسٹس (مرحوم) نے اپنی کتاب میں پیش کیا تھا۔ میں سمجھتا ہوں کہ میرے مذکورہ صدر مقالہ کی اشاعت اس کوشش کو ناکام بنانے میں موثر ثابت ہوگی جو تاریخ کو مسخ کرنے اور قائداعظمؒ کے خلاف الزام تراشنے کے لئے کی جارہی ہے۔ تحریک پاکستان کے سلسلے میں بالعموم اور قائداعظمؒ کے ضمن میں بالخصوص، جو کچھ میں کہتا چلا آرہا ہوں اور کہوں گا' وہ شنیدنہیں' دید ہے۔ میں (اپنے متعلق اکثر کہا کرتا ہوں کہ میں)1930ء کا پاکستانی ہوں۔ جب علامہ اقبال نے (الہ آباد کے مقام پر) اپنے خطبہ صدارت میں فرمایا تھا کہ اسلام ایک زندہ حقیقت صرف اپنی آزاد مملکت میں بن سکتا ہے اور اس مقصد کے لئے انہوں نے مسلمانان ہند کے لئے ایک جداگانہ مملکت کا تصور پیش کیا تھا۔ اس کے بعد جب قائداعظمؒ اس شمع کو لے کر آگے بڑھے تو میں نے ملازمت میں ہونے کے باوجود تقریباً دس سال تک ان کی معیت اور قیادت میں اپنے انداز سے تحریک پاکستان میں بھرپور حصہ لیا۔ اس زمانہ کے طلوع اسلام کے فائل اس کے شاہد ہیں۔

قائداعظمؒ کے ساتھ اس قرب کی بنا پر مجھے ذاتی طور پر معلوم ہے کہ وہ کس قسم کا اسٹیٹ بنانا چاہتے تھے لیکن میں جو کچھ عرض کروں گا وہ میرے ذاتی علم پر مبنی نہیں ہوگا کیونکہ کسی کا ذاتی علم تاریخی سند قرار نہیں پاسکتا۔ میں جو کچھ کہوں گا وہ قائداعظمؒ کے ان بیانات اور تقاریر پر مبنی ہوگا جو چھپ کر محفوظ ہو چکی ہیں عام طور پر یہ مغالطہ پیدا کیا جاتا ہے کہ چونکہ قائداعظمؒ تھیاکریسی نہیں چاہتے تھے۔ اس لئے اس سے ثابت ہوا کہ وہ سیکولر سٹیٹ چاہتے تھے' بڑی رکیک اور بودی ہے۔ تھیاکریسی اسی طرح خلاف اسلام ہے جس طرح سیکولرازم۔ لہٰذا قائداعظمؒ جس طرح سیکولرازم کے خلاف تھے' اسی طرح تھیاکریسی کے بھی خلاف تھے۔ تھیاکریسی کہتے کسے ہیں' اسے انہوں نے اپنے اس پیغام میں واضح کردیا تھا جو انہوں نے بحیثیت گورنر جنرل' فروری 1948ء میں اہل امریکہ کے نام براڈ کاسٹ کیا تھا۔ اس میں انہوں نے پاکستان کے دستور کے متعلق فرمایا تھا۔۔۔

> پاکستان کی دستور ساز اسمبلی نے ابھی پاکستان کا آئین مرتب کرنا ہے میں نہیں جانتا کہ اس آئین کی آخری شکل کیا ہو گی۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ وہ اسلام کے بنیادی اصولوں کا آئینہ دار جمہوری انداز کا ہوگا۔ اسلام کے یہ اصول بھی اسی طرح عملی زندگی پر منطبق ہو سکتے ہیں جس طرح وہ تیرہ سو سال پہلے ہو سکتے تھے۔ اسلام نے ہمیں وحدت انسانیت اور ہر ایک کے ساتھ عدل و دیانت کی تعلیم دی ہے۔ آئین پاکستان کے مرتب کرنے کے سلسلہ میں جو ذمہ داریاں اور فرائض ہم پر عائد ہوتے ہیں' ان کا ہم پورا پورا احساس رکھتے ہیں۔ کچھ بھی ہو' یہ امر مسلمہ ہے کہ پاکستان میں کسی صورت میں بھی تھیاکریسی رائج نہیں ہوگی جس میں حکومت مذہبی پیشواؤں کے ہاتھ میں دے دی جاتی ہے کہ وہ (بزعم خویش) خدائی مشن کو پورا کریں۔

(تقاریر بحیثیت گورنر جنرل' ص65)

تھیا کریسی کی مخالفت:

اس براڈ کاسٹ کے آخری فقرہ میں قائداعظمؒ نے واضح الفاظ میں بتا دیا کہ تھیا کریسی وہ نظام حکومت ہوتا ہے جس میں اقتدار مذہبی پیشواؤں کے ہاتھ میں دے دیا جاتا ہے کہ وہ (بزعم خویش) خدائی مشن کو پورا کریں۔ قائداعظمؒ اس طرز حکومت کے خلاف تھے کیونکہ یہ اسلام کے خلاف ہے اور قرآن آیا ہی اسے مٹانے کے لئے تھا۔

علامہ اقبالؒ اور قائداعظمؒ دونوں تھیا کریسی کے خلاف تھے اور سخت خلاف۔ اس لئے کہ تھیا کریٹک سٹیٹ اور اسلامک سٹیٹ ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ علامہ اقبالؒ نے تھیا کریسی کے خلاف کیا کچھ اور کتنا کچھ لکھا تھا، اس کی وضاحت کا یہ مقام نہیں۔ یہاں ان کے صرف ایک بیان پر اکتفا کیا جاتا ہے جو روزنامہ انقلاب (لاہور) کی 23 مارچ 1932ء کی اشاعت میں شائع ہوا تھا اور جس میں انہوں نے قوم کو مخاطب کر کے فرمایا تھا:

''تمہارے دین کی یہ عظیم الشان بلند نظری، ملاؤں اور فقیہوں کے فرسودہ اوہام میں جکڑی ہوئی ہے اور آزادی چاہتی ہے۔ روحانی اعتبار سے ہم حالات وجذبات کے ایک قید خانے میں محبوس ہیں، جو صدیوں کی مدت میں ہم نے اپنے گرد خود تعمیر کر لیا ہے اور ہم بوڑھوں کے لئے شرم کا مقام ہے کہ ہم نوجوانوں کو ان اقتصادی، سیاسی، بلکہ مذہبی بحرانوں کا مقابلہ کرنے کے قابل نہ بنا سکے جو زمانہ حاضر میں آنے والے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ساری قوم کی موجودہ ذہنیت کو یکسر تبدیل کر دیا جائے تاکہ وہ پھر نئی آرزوؤں، نئی تمناؤں اور نئے نصب العین کی امنگ کو محسوس کرنے لگ جائے۔

انہوں نے اس کے ساتھ ہی یہ بھی واضح کر دیا تھا کہ اس قسم کا انقلاب بڑی ذہنی جدوجہد کا متقاضی ہوگا اور یہ اسی صورت میں ممکن ہوگا کہ ''اسلامی دنیا اس کی طرف عمرؓ کی روح کو لے کر آگے بڑھے۔ وہ عمرؓ جو اسلام کا سب سے پہلا حریت پسند قلب ہے۔ وہ جسے رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ کے آخری لمحات میں یہ کہنے کی جرأت نصیب ہوئی کہ...... حسبنا کتاب اللہ...... ''ہمارے لئے خدا کی کتاب کافی ہے۔''

(خطبات اقبالؒ)

قائداعظمؒ نے 5 فروری 1938ء کو مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، کی یونین سے خطاب کرتے ہوئے نوجوان طالب علموں سے کہا تھا کہ:

''مسلم لیگ نے ایک کام تو کر دیا اور وہ یہ کہ اس نے تمہیں رجعت پسند عناصر کے چنگل سے چھڑا دیا ہے اور اس خیال کو عام کر دیا ہے کہ جو لوگ خودغرضی کا، مفاد پرستانہ کھیل کھیل رہے ہیں وہ قوم کے غدار ہیں۔ اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ اس نے تمہیں اس ناپسندیدہ عنصر کی جکڑ بندیوں سے آزاد کر دیا ہے جسے مولوی یا مولانا کہتے ہیں۔''

(تقاریر قائداعظمؒ حصہ اول، ص 48)

اس سے ان کی مراد تھیا کریسی کی مخالفت تھی۔ اس کی وضاحت کرتے ہوئے انہوں نے 11 اپریل 1946ء کو دہلی میں مسلم لیجسلیٹرز کنونشن کے آخری اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا:

اسے اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ ہم کس مقصد کے لئے یہ جنگ کررہے ہیں۔ ہمارا نصب العین تھیا کریسی نہیں۔ ہم تھیا کریٹک سٹیٹ نہیں بنانا چاہتے۔

(تقاریر جناح، شائع کردہ شیخ محمد اشرف، جلد دوم، ص 386)

اسلامی حکومت کی امتیازی خصوصیات:

وہ تھیا کریٹک سٹیٹ نہیں بلکہ اسلامک سٹیٹ بنانا چاہتے تھے۔ اسلامک سٹیٹ کے اصول ومعانی کیا ہوتے ہیں یہ موضوع بڑی تفصیل چاہتا ہے (میں اس کے متعلق صدہا صفحات لکھ چکا ہوں) اس کا نقطۂ ماسکہ یہ ہے کہ اس میں کسی انسان کو حق حکومت حاصل نہیں ہوتا۔ اس حقیقت کو انہوں نے حیدرآباد (دکن) میں عثمانیہ یونیورسٹی کے طلبہ کو 1941ء کو انٹرویو دیتے ہوئے ایسے جامع انداز میں سمٹا کر بیان کردیا تھا جس کے بعد کچھ اور کہنے کی ضرورت ہی نہیں رہتی...... انہوں نے فرمایا تھا:

اسلامی حکومت کے تصور کا یہ امتیاز ہمیشہ پیش نظر رہنا چاہئے کہ اس میں اطاعت اور وفا کیشی کا مرجع خدا کی ذات ہے جس کی تکمیل کا واحد ذریعہ قرآن مجید کے احکام اور اصول ہیں۔ اسلام میں اصلاً نہ کسی بادشاہ کی اطاعت ہے نہ کسی پارلیمان کی، نہ کسی اور شخص یا ادارہ کی۔ قرآن کریم کے احکام ہی سیاست یا معاشرت میں ہماری آزادی اور پابندی کے حدود متعین کرتے ہیں۔ اسلامی حکومت دوسرے الفاظ میں قرآنی اصول اور احکام کی حکمرانی ہے اور حکمرانی کے لئے آپ کو علاقہ اور مملکت کی ضرورت ہے۔

(اورینٹ پریس بحوالہ روزنامہ انقلاب، لاہور، مورخہ 8 جنوری 1942ء)

مطالبہ پاکستان کا مقصد:

اب آیئے اس حقیقت کی طرف کہ وہ مقصد کیا تھا جس کے حصول کے لئے پاکستان کا مطالبہ کیا گیا تھا اور قائداعظمؒ اور مخالفین مطالبہ پاکستان کے مابین جنگ کس بات پر ہوئی تھی؟ وہ جنگ صرف اس بنا پر لڑی گئی تھی کہ قائداعظمؒ اسلامی ریاست متشکل کرنا چاہتے تھے اور مخالفین پاکستان (ہندو اور مسلمان نیشنلسٹ) سیکولر سٹیٹ کے حامی تھے۔ تفصیل اس اجمال کی بڑی وسعت طلب ہے۔ میں چند ایک مثالوں پر اکتفا کروں گا۔۔۔ قائداعظمؒ نے جب مذہب (دین) کی بنیادوں پر مملکت قائم کرنے کا مطالبہ پیش کیا تو (اس زمانے کے) کانگریس کے ایک نامور لیڈر، مسٹر بھولا بھائی ڈیسائی نے ایوان اسمبلی میں (جس میں وہ کانگریس پارٹی کے لیڈر تھے) پکار کر کہا۔۔۔

اب یہ ناممکن ہے کہ کوئی ایسا نظام حکومت قائم کیا جا سکے جس کی بنیاد مذہب پر ہو، وقت آ چکا ہے کہ ہم اعتراف

کرلیں اوراسے اچھی طرح ذہن نشین کرلیں کہ ضمیر' مذہب اور خدا کو ان کے مناسب مقام' یعنی آسمان کی بلندیوں پر رکھ دیا جائے اور خواہ مخواہ زمین کے معاملات میں گھسیٹ کر نہ لایا جائے۔اس بات کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا کہ اگر مذہب کو سیاست سے الگ نہ کیا جائے تو کوئی نظام حکومت قائم رہ سکتا ہے۔عصر حاضر میں بہترین نظام حکومت اس نظریہ پر قائم ہوسکتا ہے کہ جغرافیائی حدود کے اندر گھرا ہوا ایک ملک ہو اور اس ملک کے اندر رہنے والے تمام افراد معاشی اور سیاسی مفاد کے رشتے میں منسلک ہوکر ایک قوم بن جائیں۔

(ہندوستان ٹائمز' 5-9-1938)

اس پر حاشیہ آرائی کرتے ہوئے ہندوستان ٹائمز نے لکھا تھا:

حکومت الٰہیہ کا تصور ایک داستان پارینہ ہے اور مسلمانوں کا فعل عبث ہوگا اگر وہ ہندوستان جیسے ملک میں اس کے احیاء کی کوشش کریں جہاں مختلف جماعتیں ایک دوسرے سے گتھی ہوئی ہیں یا اس امر کا خیال کریں کہ اس مقصد کے لئے ملک کو دو حصوں میں تقسیم کردیا جائے۔ یہ علامت خوش آئند ہے کہ خود مسلمانوں کے ذمہ دار رہنما اس سراب کے پیچھے لگنا نہیں چاہتے۔

(ہندوستان ٹائمز' 14-11-1939)

1940ء میں جب قرارداد پاکستان منظور ہوئی تو اس پر تبصرہ کرتے ہوئے مسٹر گاندھی نے کہا تھا:

اگر مذہب کو علیٰ حالہٖ رہنے دیا جائے یعنی ایک نج کا معاملہ اور خدا اور بندے کے درمیان ایک ذاتی تعلق' تو پھر ہندوؤں اور مسلمانوں کے کئی ایک اہم مشترک عناصر نکل آئیں گے جو مجبور کریں گے کہ یہ دونوں ایک مشترکہ زندگی بسر کریں اور ان کی راہ عمل بھی مشترک ہو۔

(ہندوستان ٹائمز' 9-6-1940)

اسی رو میں مسٹر گاندھی نے 1946ء میں لکھا تھا:

اگر میں ڈکٹیٹر ہوتا تو مذہب اور حکومت کو الگ الگ کردیتا۔ مجھے میرے مذہب کی قسم' میں اس کے لئے جان تک دے دیتا۔ مذہب میرا ذاتی معاملہ ہے۔حکومت کو اس سے کیا واسطہ؟ حکومت کا منصب یہ ہے کہ وہ تمہاری دنیاوی ضروریات کا خیال رکھے...... مذہب سے اس کا کوئی واسطہ نہیں' مذہب ہر شخص کا پرائیویٹ معاملہ ہے۔

(ہریجن' 9-12-1946)

مسٹر گاندھی کا یہ ردعمل' قائداعظمؒ کے اس خط کا نتیجہ تھا جو انہوں نے اول الذکر کو یکم جنوری 1940ء کو لکھا تھا۔اس میں انہوں نے (مسٹر گاندھی سے) کہا تھا:

آج آپ اس سے انکار کرتے ہیں کہ قومیت کی تشکیل میں مذہب ایک بہت بڑا عنصر ہے' لیکن جب خود آپ

سے یہ سوال کیا گیا تھا کہ زندگی میں آپ کا مقصود کیا ہے اور وہ کونسی قوت محرکہ ہے جو ہمیں آمادہ بہ عمل کرتی ہے۔ کیا وہ مذہب ہے یا سیاست یا عمرانی اصلاح؟ تو آپ نے کہا تھا کہ وہ خالص مذہبی جذبہ ہے۔ (لہٰذا 'مذہب اور سیاست' دو الگ الگ شعبے ہو نہیں سکتے) آپ تمدنی، معاشی، سیاسی اور خالص مذہبی امور کو الگ الگ شعبوں میں تقسیم کر ہی نہیں سکتے، جس مذہب کو انسانی معاملات سے واسطہ نہیں، میں اسے مذہب ہی تسلیم نہیں کرتا۔ مذہب انسان کے ہر معاملہ کے لئے اخلاقی بنیاد مہیا کرتا ہے۔ اگر مذہب نہ ہو تو انسانی اعمال اس بنیاد سے محروم رہ جاتے ہیں اور جب زندگی ایسی بنیاد سے محروم رہ جائے تو وہ زندگی انسانی نہیں۔ محض غوطہ آرائی اور ہنگامہ پروری بن کر رہ جاتی ہے جس میں شور وشغب تو بہت ہوتا ہے، لیکن مقصد کچھ نہیں ہوتا۔

(تقاریر جناح، جلد اول، ص 140-139)

قرآن مجید کی عظمت:

ہم پہلے دیکھ چکے ہیں کہ قائداعظمؒ نے واضح الفاظ میں بتا دیا تھا کہ اسلامی مملکت وہ ہے جس میں قرآن عظیم کی حکمرانی ہو۔ انہوں نے قرآن مجید کی عظمت اور جامعیت کا کسی ایک بیان میں ذکر نہیں کیا، وہ پوری تحریک پاکستان کے دوران اس حقیقت کو دہراتے رہے۔ مثلاً اپریل 1943ء کا ذکر ہے۔ صوبہ سرحد کی مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن نے قائداعظمؒ سے ایک پیغام کے لئے درخواست کی۔ آپ نے جواب میں فرمایا:

> تم نے مجھ سے کہا کہ میں تمہیں کوئی پیغام دوں۔ میں تمہیں کیا پیغام دوں جبکہ ہمارے پاس پہلے ہی ایک عظیم پیغام موجود ہے جو ہماری راہنمائی اور بصیرت افروزی کے لئے کافی ہے۔ وہ پیغام ہے خدا کی کتاب عظیم، قرآن کریم۔

(تقاریر، جلد اول، ص 516)

13 نومبر 1939ء کو آپ نے قوم کے نام عید کا پیغام نشر فرمایا۔ اس زمانے میں ملک میں ہنگامے اور فساد برپا ہو رہے تھے۔ آپ نے قوم سے کہا:

> جب ہمارے پاس قرآن کریم ایسی مشعل ہدایت موجود ہے تو پھر ہم اس کی روشنی میں ان اختلافات کو کیوں نہیں مٹا سکتے؟

(تقاریر، جلد اول، ص 108)

دسمبر 1943ء میں کراچی میں مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس منعقد ہوا۔ اس کے آخری اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے آپ نے خود ہی سوال اٹھایا۔

> وہ کونسا رشتہ ہے جس سے منسلک ہونے سے تمام مسلمان جسد واحد کی طرح ہیں، وہ کونسی چٹان ہے جس پر ان کی

ملت کی عمارت استوار ہے، وہ کونسا لنگر ہے جس سے اس امت کی کشتی محفوظ کر دی گئی ہے؟

اس کے بعد خود ہی ان سوالات کا جواب ان الفاظ میں دیا!

وہ بندھن، وہ رشتہ، وہ چٹان، وہ لنگر خدا کی عظیم کتاب، قرآن مجید ہے۔ مجھے یقین ہے کہ جوں جوں ہم آگے بڑھتے جائیں گے ہم میں زیادہ سے زیادہ وحدت پیدا ہوتی جائے گی...... ایک خدا، ایک کتاب، ایک رسول ﷺ، فلہٰذا ایک قوم۔

(تقاریر، جلد دوم، ص 50)

انہوں نے 1945ء میں، ملت کے نام عید کے پیغام میں ایک ایسی حقیقت کشا بات کہی جس پر نگہ بصیرت ہمیشہ وجد کرتی رہے گی...... آپ نے فرمایا:

اس حقیقت سے ہر مسلمان واقف ہے کہ قرآن کے احکام مذہبی اور اخلاقی حدود تک محدود نہیں۔ مشہور مورخ گبن نے ایک جگہ لکھا ہے کہ "بحر اٹلانٹک سے لے کر گنگا تک ہر جگہ قرآن کو ضابطہ حیات کے طور پر مانا جاتا ہے۔ اس کا تعلق صرف الٰہیات تک نہیں بلکہ وہ مسلمانوں کے لئے سول اور فوجداری قوانین کا ضابطہ ہے جس کے قوانین نوع انسان کے تمام اعمال و احوال کو محیط ہیں اور یہ قوانین غیر متبدل، منشائے خداوندی کے مظہر ہیں۔

اس کے بعد قائداعظمؒ فرماتے ہیں:

اس حقیقت سے سوائے جہلاء کے ہر شخص واقف ہے کہ قرآن مسلمانوں کا بنیادی ضابطہ زندگی ہے جو معاشرت، مذہب، تجارت، عدالت، فوج، دیوانی، فوجداری اور تعزیرات کے ضوابط کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔ مذہبی تقاریر ہوں یا روزمرہ کے معمولات۔ روح کی نجات کا سوال ہو یا بدن کی صفائی کا، اجتماعی حقوق کا سوال ہو یا انفرادی واجبات کا۔ عام اخلاقیات ہوں یا جرائم۔ دنیاوی سزا کا سوال ہو یا آخرت کے مواخذہ کا۔ اس سب کے لئے اس میں قوانین موجود ہیں۔ اسی لئے نبی اکرم ﷺ نے حکم دیا تھا کہ ہر مسلمان قرآن کریم کا نسخہ اپنے پاس رکھے اور اس طرح اپنا مذہبی پیشوا آپ بن جائے۔ (انہیں الگ مذہبی پیشواؤں کی ضرورت نہیں)۔

(تقاریر، جلد دوم، ص 300)

حیدرآباد (دکن) کے جس انٹرویو کا ذکر پہلے آ چکا ہے، اس میں جب طلبہ نے یہ سوال کیا کہ "مذہب اور مذہبی حکومت کے لوازم کیا ہیں؟ تو اس کے جواب میں انہوں نے فرمایا تھا:

جب میں انگریزی زبان میں مذہب (Religion) کا لفظ سنتا ہوں تو اس زبان اور محاورے کی رو سے میرا ذہن لامحالہ خدا اور بندے کے باہمی پرائیویٹ تعلق کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ لیکن میں خوب جانتا ہوں کہ اسلام کے نزدیک مذہب کا یہ محدود اور مقید مفہوم نہیں۔ میں نہ کوئی مولوی ہوں نہ مُلّا۔ نہ مجھے دینیات میں مہارت کا دعویٰ

ہے۔البتہ میں نے قرآن مجید اور قوانین اسلام کے مطالعہ کی اپنے طور پر کوشش کی ہے۔اس عظیم کتاب کی تعلیمات میں انسانی زندگی کے ہر باب کے متعلق ہدایات موجود ہیں۔زندگی کا روحانی پہلو ہو یا معاشرتی' سیاسی ہو یا معاشی' غرضیکہ کوئی شعبہ ایسا نہیں جو قرآنی تعلیمات کے احاطہ سے باہر ہو۔قرآن کریم کی اصولی ہدایات اور طریق عمل نہ صرف مسلمانوں کے لئے بہترین ہیں بلکہ اسلامی حکومت میں غیر مسلموں کے لئے حسن سلوک اور آئینی حقوق کا جو حصہ ہے' اس سے بہتر کا تصور ناممکن ہے۔

انہوں نے اپنی اس پکار کو اس شدومد سے دہرایا کہ ہندوستان کا بچہ بچہ اس سے واقف ہو گیا کہ قائداعظمؒ کس قسم کی مملکت بنانا چاہتے ہیں۔

دشمنوں کی گواہی:

یکم نومبر 1941ء کو لدھیانہ میں اکھنڈ بھارت کانفرنس منعقد ہوئی جس کی صدارت ہندوؤں کے مشہور رہنما مسٹر منشی نے کی۔انہوں نے اپنی صدارتی تقریر میں کہا:

تمہیں کچھ معلوم بھی ہے کہ پاکستان ہے کیا؟ نہیں معلوم تو سن لیجئے کہ پاکستان کا مفہوم یہ ہے کہ مسلمانوں کو اس کا حق حاصل ہے کہ وہ ملک کے ایک یا ایک سے زیادہ علاقوں میں اپنے لئے ایسے مسکن بنالیں جہاں طرز حکومت قرآنی اصولوں کے ڈھانچے میں ڈھل سکے اور جہاں اردو ان کی قومی زبان بن سکے' مختصر یوں سمجھئے کہ پاکستان مسلمانوں کا ایک ایسا خطہ ارض ہوگا جہاں اسلامی حکومت قائم ہوگی۔

(ٹریبیون' 1941-11-2)

ضمناً' اوائل 1977ء کا ذکر ہے۔جرمنی میں پاکستان ایسوسی ایشن کے زیراہتمام قائداعظمؒ کے جشن صدسالہ کی ایک تقریب منائی گئی۔اس میں ایک جرمن سکالر' پروفیسر ڈاکٹر کراہنن (Krahnan) نے اپنی تقریر کے دوران کہا تھا:

قائداعظم محمد علیؒ کے سامنے ماڈل' قرآن مجید تھا۔

(پاکستان ٹائمز' 3 فروری 1977ء)

یعنی بھارت کے مسٹر منشی اور جرمنی کے سکالر تک تو جانتے تھے کہ قائداعظمؒ کس قسم کی مملکت بنانا چاہتے تھے لیکن نہیں جانتے تھے تو ہمارے محترم جسٹس محمد منیر صاحب!

بوٹا بوٹا' پتہ پتہ' حال ہمارا جانے ہے
جانے نہ جانے' گل ہی نہ جانے' باغ تو سارا جانے ہے

قائداعظمؒ کی وفات کے بعد' ہندوستان ٹائمز نے اپنی 19 اکتوبر 1948ء کی اشاعت کے مقالہ افتتاحیہ میں لکھا تھا:

پاکستان بالخصوص مشرقی بنگال کی اقلیتوں کو اتنا خوف وہراس اور کسی چیز سے پیدا نہیں ہوا جتنا اس حقیقت سے کہ

پاکستان کے راہنماؤں نے متعدد بار اعلان کیا ہے کہ وہ پاکستان میں اسلامی اصول و روایات کے مطابق ایک اسلامی مملکت قائم کرنا چاہتے ہیں۔

اس کے بعد اس نے کہا:

اگر کشمیر کا مسئلہ پرامن طریقے سے طے ہوجائے اور پاکستان اسلامی سٹیٹ کے خیال کو ترک کردے اور اپنے سامنے ایک جمہوری ریاست کی تشکیل کا نصب العین رکھے تو اس سے پاکستان اور ہندوستان اور ہندوؤں اور مسلمانوں میں خوشگوار تعلقات کا ایک نیا دور شروع ہوجائے گا۔

کیا محترم جسٹس منیر صاحب نے اندازہ فرمایا ہے کہ قائداعظمؒ اور مخالفین میں باعث نزاع کیا مسئلہ تھا؟ یہ مسئلہ کہ قائداعظمؒ اسلامی ریاست بنانا چاہتے تھے اور مخالفین سیکولر سٹیٹ پر زور دیتے تھے جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے' ہندو تو اس کے لئے بھی تیار تھا کہ اگر پاکستان اسلامی سٹیٹ بنانے کے دعوے کو ترک کردے تو وہ اس کے ساتھ مفاہمت کرے گا۔

ہم نے پہلے کہا ہے کہ قائداعظمؒ کی طرف سے پیش کردہ مطالبہ پاکستان کی مخالفت' ہندو نے بھی کی تھی اور قومیت پرست مسلمان لیڈروں نے بھی۔ ان میں سرفہرست نیشنلسٹ علماء کا طبقہ تھا۔ اگر ان کی بناء مخالفت سامنے آجائے تو اس سے بھی یہ واضح ہوجاتا ہے کہ قائداعظمؒ کس قسم کی مملکت قائم کرنا چاہتے تھے اور ان کے مخالفین کس قسم کی؟ یہ مخالف علماء باستثناء چند' دارالعلوم دیوبند کے مسلک سے متعلق تھے۔ دیوبند کا مسلک کیا تھا' اس کے متعلق متحدہ ہندوستان کے مشہور نیشنلسٹ اخبار مدینہ (بجنور) کی سترہ اپریل 1963ء کی اشاعت میں مولانا اسرار احمد آزاد دیوبندی کا ایک مقالہ شائع ہوا تھا جس میں انہوں نے لکھا تھا:

یہ الزام بے بنیاد ہے کہ علماء ہند اس ملک میں اسلامی حکومت کے لئے کوشاں رہے ہیں۔ دارالعلوم دیوبند سے تعلق رکھنے والے علماء نے کم از کم اس صدی کے آغاز سے ہندوستان میں جمہوری اور سیکولر حکومت کو اپنا واضح نصب العین قرار دے لیا تھا۔

یہ مقالہ ہی اس حقیقت کے ثبوت کے لئے محکم دلیل ہے کہ یہ حضرات سیکولر حکومت کے قائل تھے اور قائداعظمؒ اس طرز حکومت کے مخالف اور یہی ان دونوں میں بنا مخاصمت تھی' سیکولر نظام حکومت سے یہ مراد ہوتی ہے کہ اس میں ہر اہل مذہب کو اعتقادات' عبادات' رسوم و رواج اور شخصی قوانین (پرسنل لاز) کی آزادی حاصل ہو اور امور مملکت میں مذہب کو کوئی دخل نہ ہو۔ یہ تھی وہ سیکولر حکومت جس کے داعی نیشنلسٹ علماء تھے۔ اس زمانے میں اس گروہ کے سرخیل' دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث اور جمیعت العلمائے ہند کے صدر (مولانا) حسین احمد مدنی (مرحوم) تھے...... ان کا ارشاد تھا:

ایسی جمہوری حکومت جس میں ہندو' مسلمان' سکھ' عیسائی سب شامل ہوں' حاصل کرنے کے لئے سب کو متحدہ کوشش کرنی چاہئے' ایسی مشترکہ آزادی اسلام کے اصول کے عین مطابق ہے اور اسلام میں اس آزادی کی اجازت

ہے۔

(زمزم' مورخہ 7 جولائی 1938ء)

وہ فرماتے تھے:

کانگریس میں ہمیشہ ایسی تجاویز آتی رہتی ہیں اور پاس ہوتی رہتی ہیں جن کی وجہ سے مذہب اسلام کے تحفظ اور وقار کو ٹھیس نہ پہنچے۔

(مولانا مدنی کا پمفلٹ' متحدہ قومیت اور اسلام' ص 61)

اس کے برعکس جیسا کہ ہم پہلے دیکھ چکے ہیں' قائداعظمؒ کا موقف یہ تھا کہ اسلام میں مملکت کی بنیاد مذہب (دین) پر ہوتی ہے' اس لئے ان علماء کا یہ مسلک اسلام کے خلاف ہے' بقول علامہ اقبالؒ:

مُلّا کو جو ہے ہند میں سجدے کی اجازت
نادان سمجھتا ہے کہ اسلام ہے آزاد

قائداعظمؒ اور ان علماء کے اختلاف کی شدت اس حد تک بڑھ گئی تھی کہ (مولانا) حسین احمد مدنی (مرحوم) نے ان کے خلاف کفر کا فتویٰ صادر فرما دیا تھا اور مسلم لیگ میں مسلمانوں کی شرکت کو حرام قرار دے دیا تھا۔ اس فتویٰ کا جواب (مولانا) شبیر احمد عثمانی نے اپنے ایک مکتوب میں دیا تھا۔

(''رہبر دکن'' 19 اکتوبر 1945ء)

11 اگست 1947ء کی تقریر:

اب آیئے قائداعظمؒ کی 11 اگست 1947ء کی تقریر کی طرف' جسے یہ حضرات ترپ کے پتے کے طور پر استعمال کیا کرتے ہیں اور جس پر محترم جسٹس محمد منیر مرحوم نے بھی اپنے دعویٰ کی بنیاد رکھی تھی اور اتنا کہنے پر ہی اکتفا نہیں کیا کہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ قائداعظمؒ پاکستان کو سیکولر سٹیٹ بنانا چاہتے تھے بلکہ یہاں تک کہنے میں بھی کچھ باک نہیں سمجھا کہ انہوں نے دوقومی نظریہ کو بھی ختم کر دیا تھا۔ یعنی اتنا ہی نہیں کہ انہوں نے اسلامی مملکت کے تصور کی نفی کر دی تھی' بلکہ سرے سے اس بنیاد ہی کو منہدم کر دیا تھا جس پر تقسیم ہند کی عمارت استوار ہوئی تھی۔ اس تقریر کے سلسلہ میں بات یوں ہوئی کہ جب قائداعظمؒ کو پاکستان کی پہلی مجلس آئین ساز اسمبلی کا صدر منتخب کیا گیا تو انہوں نے (11 اگست 1947ء کو) اس مجلس کو مخاطب کرتے ہوئے ایک تقریر فرمائی۔ اس میں انہوں نے پہلے' قبل از تقسیم کے ہندوستان کے کوائف وحوادث پر روشنی ڈالتے ہوئے بتایا کہ وہاں ہندوؤں اور مسلمانوں میں کس قدر باہمی عداوت کی آگ بھڑکتی رہتی ہے۔ وہاں مسلمان اقلیت میں تھے اور ہندو اکثریت میں' اس لئے وہاں ہمیشہ مسلمانوں کا خون خرابہ ہوتا تھا۔ پاکستان میں صورت حال اس کے برعکس ہوگی۔ یہاں مسلمان اکثریت میں ہوں گے اور ہندو اقلیت میں' اس لئے ہندوؤں کے دل میں یہ خیال پیدا ہوسکتا ہے کہ اب یہاں ان

کے ساتھ وہی کچھ ہوگا جو کچھ وہ وہاں مسلمانوں کے ساتھ کیا کرتے تھے۔ ویسے بھی ہندو مورخوں نے ہندوستان میں مسلمانوں کے دورِ حکومت کا ایسا بھیانک اور دہشت انگیز نقشہ کھینچ رکھا ہے جس سے ہندو عوام خوف و ہراس سے کانپ اٹھتے ہیں۔

بنابریں یہاں کا ہندو اس لئے بھی خائف ہوسکتا تھا کہ اب یہاں جو مسلمانوں کی حکومت قائم ہو رہی ہے تو ماضی کی تاریخ کو یہاں بھی دہرایا جائے گا۔ ہم ہندوستان ٹائمز کا اقتباس پہلے درج کر چکے ہیں جس میں اس نے کہا تھا کہ پاکستان کے ہندوؤں کے دل میں یہی خطرہ لاحق تھا۔ ان تاثرات کو سامنے رکھتے ہوئے قائداعظمؒ نے اپنی اس تقریر میں ہندوؤں کو یقین دلایا تھا کہ پاکستان میں ایسا نہیں ہوگا۔ انہوں نے جملہ اہلِ پاکستان کو مخاطب کر کے فرمایا:

تم آزاد ہو، تمہیں اس امر کی کامل آزادی ہے کہ تم اپنے مندروں میں جاؤ یا مسجدوں میں، یا مملکت پاکستان میں کسی اور پرستش گاہ میں، تمہاری ذات یا مسلک کچھ بھی ہو، اس کا امورِ مملکت سے کچھ تعلق نہ ہوگا۔

اس کے بعد انہوں نے کہا (اور تو اور) انگلستان کی تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ وہاں عیسائیوں ہی کے دو فرقوں ...... رومن کیتھولک اور پروٹسٹنٹ ...... میں کس قدر کشت و خون ہوا کرتا تھا لیکن اس مملکت نے، اپنی کامل ذمہ داری کو محسوس کرتے ہوئے، رفتہ رفتہ ان مناقشات کو مٹا دیا اور ''اب تم پورے انصاف سے کہہ سکتے ہو کہ وہاں رومن کیتھولک اور پروٹسٹنٹ نہیں، بلکہ ایک مملکت کے شہری بستے ہیں۔''

اسی طرح......

میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں اپنے سامنے یہ نصب العین رکھنا چاہئے کہ ایک وقت کے بعد یہاں نہ ہندو، ہندو رہے گا، نہ مسلمان، مسلمان...... مذہبی نقطہ نگاہ سے نہیں، کیونکہ وہ تو ہر فرد کے ذاتی عقیدہ کا سوال ہے۔ ایسا، ان سب کے پاکستان کے شہری ہونے کی حیثیت سے، سیاسی نقطہ نگاہ سے ہوگا۔

یہ ہیں قائداعظمؒ کے وہ الفاظ جنہیں سپر بنا کر یہ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے تشکیل پاکستان کے فوری بعد دوقومی نظریہ کو بھی خیرباد کہہ دیا تھا اور اسلامی مملکت کے تصور کی تردید کر کے اسے سیکولر بنانے کا اعلان کر دیا تھا۔ اگر قائداعظمؒ کہیں مریخ سے ٹپکے ہوتے اور انہوں نے پہلے پہل یہ الفاظ کہے ہوتے تو اس تقریر سے اس قسم کے استنباط کا شائبہ ہوسکتا تھا۔ لیکن جس شخصیت کی دس سالہ (تحریک پاکستان) زندگی اور اس دوران میں اس کے صدہا صفحات پر مشتمل بیانات، تقاریر، خطابات ہمارے سامنے ہوں، اس کی طرف ان نتائج کو منسوب کرنا جس قدر زیادتی ہے اس کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ جب ان لوگوں سے اس دلیل کا جواب نہیں بن پڑتا تو وہ (نہایت دیدہ دلیری سے) کہہ دیتے ہیں کہ بے شک قائداعظمؒ دس سال تک یہ دعویٰ کرتے رہے لیکن وہ درحقیقت ایک وکیلانہ حربہ تھا جسے انہوں نے اپنا مقدمہ جیتنے کے لئے اختیار کیا تھا۔ جب کیس کا فیصلہ ان کے حق میں ہوگیا تو اس حربہ کی ضرورت نہ رہی۔ ایسا کہنے والے اتنا بھی نہیں سوچتے کہ یہ کچھ وہ کس شخص کے متعلق کہہ رہے ہیں؟ ہم بربنائے عقیدت نہیں کہتے، بلکہ یہ حقیقت ہے کہ جو شخص قائداعظمؒ کے کیریکٹر کے متعلق کچھ بھی واقفیت رکھتا

ہے، وہ ان کے خلاف اس قسم کا الزام عائد کرنے کی جرأت کبھی نہیں کر سکتا۔ حق گوئی اور بے باکی ان کے کردار کی ایسی خصوصیت تھی جس کا اعتراف ان کے دشمنوں تک کو تھا۔ لندن ٹائمز نے ان کی وفات پر لکھا تھا:

قائداعظمؒ نے اپنی ذات کو ایک بہترین نمونہ کے طور پر پیش کر کے اپنے اس دعویٰ کو ثابت کر دیا کہ مسلمان ایک علیحدہ قوم ہیں۔ ان میں وہ لچک نہیں تھی جو انگریزوں کے نزدیک، ہندوستانیوں کا خاصہ ہے، ان کے تمام خیالات ہیرے کی طرح قیمتی مگر سخت، واضح اور شفاف ہوتے تھے۔ ان کے دلائل میں ہندو لیڈروں جیسی حیلہ سازی نہیں تھی۔

قائداعظمؒ کی 11 اگست 1947ء کی تقریر کا صحیح مفہوم سمجھنے کے لئے یہ بھی دیکھنا چاہئے کہ انہوں نے جب مجلس آئین ساز سے خطاب کیا تھا تو ملک کے حالات کیا تھے۔ تقسیم ہند کے ساتھ ہی ہندوستان میں ہندوؤں اور سکھوں کے ہاتھوں، مسلمانوں کا قتل عام شروع ہو گیا تھا۔ اس سے وہاں کے مسلمانوں کے دل میں خوف و دہشت کے ایسے جذبات ابھرے کہ انہوں نے اسی میں عافیت سمجھی کہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ پاکستان میں آ کر پناہ لے لیں لیکن ان وحشی درندوں نے ان نہتے قافلوں کو بھی نہ چھوڑا۔ راستہ بھر قتل و غارت گری کی وارداتیں ہوتی رہیں۔ ان کی نوجوان لڑکیوں کو ہزاروں کی تعداد میں چھین جھپٹ کر لے گئے۔ ان کے معصوم بچوں کو نیزوں کی انیوں پر اچھالا گیا اور تو اور، دلی سے جو گاڑیاں خود حکومت کے عملہ کو لے کر روانہ ہوئیں۔ (میں بھی انہیں میں شامل تھا) یہاں پہنچنے پر ان میں سے زندہ انسانوں کی بجائے لاشوں کے ٹکڑے برآمد ہوئے۔ ظاہر ہے کہ ان وحشیانہ مظالم کا ردعمل پاکستان کے بعض حصوں میں بھی ہوا اور اس سے یہاں کے غیر مسلم باشندوں (بالخصوص ہندوؤں) کے دل میں خوف و ہراس، بے اعتمادی اور بے چینی کے وساوس پیدا ہوئے۔ آپ سوچئے کہ ایک ایسی مملکت جس کی عمر ابھی ایک دن کی بھی نہ ہوئی ہو، اس قسم کے لرزہ خیز حالات سے دوچار ہو۔ پھر اس کی کیفیت یہ ہو کہ اس کے پاس (ابھی) نہ اپنی فوج ہو، نہ اسلحہ، نہ سامان ہو، نہ پیسہ، تو اس کے سربراہ کے دل پر اس سے کیا نہ گزرتی ہو گی؟ اس کے ساتھ اسے بھی ذہن میں رکھئے کہ پاکستان کے اندر خود ایسے عناصر موجود تھے جو ایک طرف یہاں کے غیر مسلموں کے دل میں خوف و ہراس پیدا کر رہے تھے، اور دوسری طرف انہیں اشتعال بھی دلا رہے تھے۔ ہندوستان کے اخبارات یہاں کی غیر مسلم اقلیتوں کے خلاف مظالم کی فرضی داستانیں بیان کر کے وہاں کے مسلمانوں کے خلاف انتقام کی آگ کو تیز سے تیز کرتے چلے جا رہے تھے۔ اس کے لئے نہایت ضروری تھا کہ یہاں غیر مسلم اقلیتوں کو پورا پورا یقین دلایا جائے کہ وہ یہاں ہر طرح سے محفوظ رہیں گی اور مذہب کی بنا پر ان سے کوئی ناروا سلوک نہیں کیا جائے گا۔ یہ تھے وہ حالات جن میں قائداعظمؒ کو پاکستان میں اپنی پہلی تقریر کرنی پڑی۔ قائداعظمؒ بڑی متوازن شخصیت کے حامل تھے۔ وہ عام طور پر جذبات سے مغلوب نہیں ہوا کرتے تھے لیکن جن حالات سے اس وقت ملک دوچار تھا اور اتنی عظیم ذمہ داریوں کا بوجھ اس مملکت پر آ پڑا تھا، اس کے سربراہ کا ان سے متاثر ہو جانا کوئی غیر فطری امر نہیں تھا۔

جیسا کہ پہلے کہا جا چکا ہے وہ غیر مسلموں کو یقین دلانا چاہتے تھے کہ انہیں یہاں اسی قسم کی حفاظت ملے گی جیسی مسلمانوں

کو۔ انہوں نے اپنی تقریر میں جو کچھ کہا تھا اس سے ان کا مقصد یہی تھا۔ لیکن (ہمیں اعتراف ہے کہ وہ اپنے معمول کے خلاف) شدت جذبات میں الفاظ کے انتخاب میں کما حقہٗ احتیاط نہ برت سکے۔ بایں ہمہ ان الفاظ سے یہ مستنبط کرنا کہ جس نظریہ کی رو سے انہوں نے دس سال تک ہندو اور انگریز سے جنگ کر کے پاکستان حاصل کیا تھا وہ اسے پہلے ہی دن نذرِ آتش کر دیں گے، بڑی زیادتی ہے کوئی باہوش انسان اسے باور نہیں کرے گا۔

آیئے ہم لگے ہاتھوں یہ بھی دیکھیں کہ قائداعظمؒ کی 11 اگست 1947ء کی تقریر کا مفہوم خود غیر مسلم اقلیتیں کیا سمجھتی تھیں۔ کیا انہوں نے یہ سمجھا کہ اس سے قائداعظمؒ مسلمانوں اور غیر مسلموں کی متحدہ قومیت کا اعلان کر کے سیکولر سٹیٹ قائم کرنا چاہتے تھے، یا یہ کہ اس سے مقصود غیر مسلم اقلیتوں کا تحفظ تھا؟ مسٹر جوشوا فضل الدین ایک مشہور مسیحی لیڈر تھے۔ (ان کا چند سال پہلے ادھر انتقال ہوا ہے) جب صدر ایوب (مرحوم) نے لاکمیشن کا تقرر کیا تو مسٹر جوشوا نے اس سوال پر بحث کی تھی کہ مجوزہ آئین کی بنیاد کیا ہونی چاہئے۔ اس سلسلہ میں انہوں نے ایک پمفلٹ شائع کیا تھا جس کا عنوان تھا۔ (Rationle of Pakistan Constitution) اس میں انہوں نے پہلے یہ واضح کیا تھا کہ 1940ء کی قرارداد پاکستان کی رو سے مملکت پاکستان کے دو بنیادی ستون ہیں، یعنی (1) مملکت پاکستان کی بنیاد مذہب پر ہوگی۔ یہی وہ قدر مشترک ہے جو مشرقی اور مغربی بازوؤں میں وحدت پیدا کرنے کا موجب بن سکتی ہے......اور (2) اقلیتوں کے لئے تحفظات۔

اقلیتوں کے لئے تحفظات:

اس کے بعد مسٹر جوشوا نے کہا تھا کہ مجوزہ آئین کو یہ دونوں شرائط پوری کرنی چاہئیں۔ اس کے بعد انہوں نے قائداعظمؒ کی 11 اگست 1947ء (اور اس کے ساتھ 14 اگست 1947ء) کی تقریر کے اقتباسات دے کر یہ کہا تھا کہ ان کی تعبیر میں انتہا پسندانہ رویہ اختیار کیا جا رہا ہے۔ انہوں نے کہا تھا کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ قائداعظمؒ کا مقصد یہ تھا کہ یہاں نہ ہندو، ہندو رہے، نہ مسلمان مسلمان، بلکہ دونوں کے امتزاج سے ایک متحدہ قوم متشکل ہو، جس کا لازمی نتیجہ سیکولر انداز حکومت ہو جائے، وہ بڑی غلطی کرتے ہیں۔ مسٹر جوشوا نے ان لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تھا:

> یہ کہنا کہ تخلیق پاکستان کے بعد قائداعظمؒ نے...... جو خود اس پاکستان کے خالق تھے...... اپنی پہلی ہی تقریر میں کوئی ایسی بات کہہ دی ہے جس سے اس بات کا دور کا بھی امکان ہے کہ اس سے پاکستان کی بنیاد ہی منہدم ہو جائے گی، بالکل پاگل پن ہے۔ قائداعظمؒ نے اتنا ہی کہا تھا کہ پاکستان میں بلا لحاظ مذہب و ملت ہر ایک کو مساوی حقوق شہریت حاصل ہوں گے۔

اگست 1947ء کے بعد: اس کے بعد مجھے صرف اتنا اور کہنا ہے کہ اگر یہ تقریر قائداعظمؒ کی زندگی کی آخری تقریر ہوتی تو پھر بھی اس مغالطہ آفرینی کی گنجائش نکل سکتی تھی کہ وہ جو کچھ دس سال تک کہتے رہے تھے، آخر میں وہ اس سے تائب ہو گئے تھے۔ اس لئے اب سند ان کی آخری تقریر ہو سکتی ہے۔ حسن اتفاق کہ قائداعظمؒ اس کے بعد بھی ایک سال تک زندہ رہے اور

(اگرچہ ان کا یہ تمام عرصہ انتہائی نازک بیماری کے عالم میں گزرا لیکن بایں ہمہ) انہوں نے اپنی زندگی کے آخری لمحات میں پھر اس کی وضاحت کر دی کہ پاکستان کس قسم کی سٹیٹ ہوگی۔ انہوں نے فروری 1948ء میں اہل امریکہ کے نام جو پیغام براڈ کاسٹ کیا تھا۔ اس کا ایک حصہ ہم پہلے نقل کر چکے ہیں۔ انہوں نے اس کے شروع میں کہا تھا۔

مملکت پاکستان، جو دس کروڑ مسلمانوں کے حسین نصب العین کا ایک حد تک حصول ہے، 15 اگست 1947ء کو وجود میں آ گئی تھی، یہ دنیا میں سب سے بڑی اسلامک سٹیٹ اور تمام دنیا کی مملکتوں میں پانچویں درجہ پر ہے۔

(تقاریر بحیثیت گورنر جنرل، ص 63)

انہوں نے اسی ماہ (فروری 1948ء میں) آسٹریلیا کے باشندوں کے نام اپنے براڈ کاسٹ میں فرمایا تھا:

مغربی پاکستان، مشرقی پاکستان سے تقریباً ایک ہزار میل کے فاصلے پر ہے اور ان کے درمیان مملکت ہند کا علاقہ حائل ہے۔ بیرونی ممالک کے ایک طالب علم کے دل میں جو پہلا سوال ابھرے گا وہ یہ ہوگا کہ (ایسی مملکت کا قیام) کس طرح ممکن ہوگا۔ ایسے دو خطوں میں، جن میں اس قدر بُعد ہو، وحدت حکومت کس طرح ممکن ہوگی۔ میں اس سوال کا جواب صرف ایک لفظ میں دوں گا جو یہ ہے......

ایسا، ہمارے ایمان کی رو سے ہوگا۔ ایمان خدا پر، ایمان اپنے آپ پر، ایمان مستقبل پر، لیکن میں سمجھتا ہوں کہ جو لوگ ہم سے اچھی طرح واقف نہیں وہ ایسے مختصر سے جواب کا پورا پورا مفہوم سمجھ نہ سکیں گے اس لئے میں چاہتا ہوں کہ اس اجمال کی تھوڑی سی تفصیل بھی بیان کر دوں، اس کے بعد انہوں نے فرمایا

پاکستان کی آبادی کی اکثریت مسلمانوں پر مشتمل ہے۔ ہم محمد رسول اللہ ﷺ کی تعلیم کے پیرو ہیں۔ ہم اس اسلامی برادری کے ارکان ہیں جن میں حقوق، شرف و احترام اور تکریم ذات کے اعتبار سے تمام افراد برابر ہوتے ہیں۔ بنابریں، ہم میں اخوت اور وحدت کا بڑا گہرا جذبہ ہے۔ ہماری اپنی تاریخ ہے اور اپنی رسوم و روایات ہیں۔ ہم اپنے اسالیب فکر، نقطہ نگاہ اور احساس دروں کے مالک ہیں اور یہی ہیں وہ عوامل جو قومیت کی تشکیل کا مدار بنتے ہیں۔

(تقاریر بحیثیت گورنر جنرل، ص 58)

اگر ہم مملکت پاکستان کی بنیاد قرآن مجید پر رکھتے اور اس کی تعلیم کو عام کرتے جاتے تو ہو نہیں سکتا تھا کہ مشرقی پاکستان علیحدہ ہو جاتا۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ہم نے قرآن کریم کے رشتہ سے امت واحدہ ہونے کے اصول و نظریہ کو نگاہوں سے اوجھل کر دیا اور وطن اور نسل کی تفریق کے تصور کو عام ہونے دیا، اس کا لازمی نتیجہ تشتت و افتراق تھا۔

''ایمان، ایمان خدا پر، ایمان اپنے آپ پر، ایمان اپنے مستقبل پر'' یہ تھی وہ اساس محکم جس پر مملکت پاکستان کی یہ رفیع و عظیم عمارت استوار ہوئی تھی۔ قائداعظمؒ نے 7 اپریل 1948ء کو گورنمنٹ ہاؤس پشاور میں ایک قبائلی جرگہ کے ساتھ گفتگو کے دوران فرمایا:

ہم مسلمان، ایک خدا، ایک کتاب (قرآن مجید) اور ایک رسول ﷺ پر ایمان رکھتے ہیں، اس لئے ہمیں ایک قوم کی حیثیت سے صف بستہ ہونا ہوگا۔

(تقاریر بحیثیت گورنر جنرل، ص126)

انہوں نے 14 فروری 1948ء کو سبی دربار میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا:

میرے پیش نظر ہمیشہ اسلامی ڈیموکریسی کا اصول رہا ہے۔ یہ میرا ایمان ہے کہ ہماری نجات کا راز ان سنہرے اصولوں کے اتباع میں ہے۔ جنہیں ہمارے مقنن اعظم حضور نبی کریم ﷺ نے ہمیں عطا فرمایا ہے۔ لہٰذا ہمیں اپنی ڈیموکریسی کی بنیاد حقیقی اسلامی نظریات اور اصولوں پر رکھنی چاہئے۔

(تقاریر بحیثیت گورنر جنرل، ص56)

تقسیم ہند کے عواقب میں، جب انگریز، ہندو اور سکھوں کی سازش نے ہمارے خلاف قیامت برپا کر دی تھی تو قوم شکستہ خاطر سی ہو رہی تھی۔ عین اس حالت میں آپ نے 30 اکتوبر 1947ء کو یونیورسٹی گراؤنڈ لاہور میں تقریر کرتے ہوئے قوم کا حوصلہ بندھایا اور کہا کہ یاد رکھو!

ایسے نامساعد حالات میں بھی اگر ہم نے قرآن مجید سے بصیرت اور راہنمائی حاصل کی تو میں، ایک بار پھر یہ کہتا ہوں کہ آخرالامر فتح ہماری ہی ہوگی۔

(تقاریر بحیثیت گورنر جنرل، ص30)

میں پوچھنا چاہتا ہوں ارباب بصیرت سے کہ ایک سیکولر سٹیٹ کا مدعی کیا اس قسم کے نظریات پیش کرے گا؟ اس موضوع پر کہنے کو تو ابھی بہت کچھ اور بھی کہا جا سکتا ہے اور میں گذشتہ تیس سال سے اس پر لکھتا چلا آ رہا ہوں...... لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اس سے زیادہ کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔

بجز اس کے کہ......

انہوں نے 8 مارچ 1944ء کو مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے طلبہ سے خطاب کرتے ہوئے کہا:

آپ نے غور فرمایا کہ پاکستان کے مطالبہ کا جذبہ محرکہ کیا تھا؟ مسلمانوں کے لئے ایک جداگانہ مملکت کی وجہ جواز کیا تھی؟ تقسیم ہند کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ اس کی وجہ نہ ہندوؤں کی تنگ نظری ہے نہ انگریزوں کی چال۔ یہ اسلام کا بنیادی مطالبہ تھا۔

(قائداعظمؒ کا پیغام، مرتبہ سید قاسم محمود، ص52)

(2) انہوں نے ایسوسی ایٹڈ پریس امریکہ کے نمائندہ کو نومبر 1945ء کو انٹرویو دیتے ہوئے فرمایا:

''پاکستان ایک مسلم سٹیٹ ہوگی۔'' (تقاریر، جلد دوم، ص 27, 326)

(3) انہوں نے اسلامیہ کالج پشاور کے طلبہ سے خطاب کرتے ہوئے 13 جنوری 1948ء کو فرمایا:

ہم نے پاکستان کا مطالبہ ایک زمین کا ٹکڑا حاصل کرنے کے لئے نہیں کیا تھا' بلکہ ہم ایک ایسی تجربہ گاہ حاصل کرنا چاہتے تھے جہاں ہم اسلام کے اصولوں کو آزما سکیں۔

(4) اور حرف آخر یہ کہ انہوں نے تحریک پاکستان کے دوران متعدد بار قوم کو متنبہ کیا کہ:

اگر آپ چاہتے ہیں کہ اس ملک سے اسلام کا نام ونشان نہ مٹ جائے تو اس کے لئے پاکستان نہ صرف یہ کہ ایک عملی نصب العین ہے' بلکہ یہی اور صرف یہی واحد نصب العین ہے۔ یاد رکھو! اگر ہم اس جدوجہد میں ناکام رہ گئے تو نہ صرف یہ کہ ہم تباہ ہو جائیں گے' بلکہ اس برصغیر میں مسلمانوں کا اور اسلام کا نام ونشان تک مٹ جائے گا۔

(تقاریر' جلد اول' ص 267' جلد دوم' ص 255)

کیا اس کے بعد بھی اس حقیقت کے سمجھنے میں کوئی دقت پیش آ سکتی ہے کہ قائداعظمؒ کس قسم کی سٹیٹ قائم کرنا چاہتے تھے؟ اسلامک یا سیکولر؟

☆☆☆☆☆

آخر میں' میں مناسب سمجھتا ہوں کہ مختصر الفاظ میں یہ بتا دوں کہ اسلامک سٹیٹ' سیکولر سٹیٹ اور تھیا کریسی میں فرق کیا ہوتا ہے اور قائداعظمؒ نے سیکولر سٹیٹ کی طرح تھیا کریسی کی بھی مخالفت کیوں کی تھی۔

تھیا کریسی کا تصور تو پرانا ہے لیکن اسے بطور نظام حکومت' عیسائی کلیسا (چرچ) نے یورپ میں رائج کیا۔ عیسائیت میں حکومت کا تصور تک نہیں۔ نہ ہی (مروجہ) انجیل میں قوانین دیئے گئے ہیں۔ اس لئے عیسائی پادریوں کی حیثیت مشنریوں (مبلغین) سے زیادہ کچھ نہیں تھی۔ جب بعض بادشاہوں نے عیسائیت قبول کی تو پادریوں کے دل میں بھی جذبہ اقتدار پرستی نے انگڑائی لی۔ انہوں نے بادشاہوں سے سمجھوتہ کیا کہ احکام وقوانین کلیسا (چرچ) وضع کرے لیکن وہ نافذ حکومت کی طرف سے ہوں اور یہ سارا کاروبار خدا کے نام پر ہو۔ یعنی ان احکام وقوانین کو احکام خداوندی کہہ کر پکارا جائے اور انہیں نافذ کرنے والے حکمرانوں کو شریعت خداوندی کے محافظ قرار دیا جائے۔ اس سے ایک طرف' مذہبی پیشوائیت کے جذبہ اقتدار کی تسکین کا سامان فراہم ہو گیا اور دوسری طرف' حکمرانوں کو مقبولیت عامہ حاصل ہو گئی' کیونکہ عوام مذہب پرست تھے اور مذہب کے محافظ ان کے نزدیک خدائی اختیارات اور الوہیاتی احترام وتقدیس کے حامل۔ (انگلستان کے بادشاہ یا ملکہ کو آج تک (Defender of the Faith) کہہ کر پکارا جاتا ہے۔ مذہب اور حکومت کی اس ملی بھگت کو تھیا کریسی (یعنی حکومت خداوندی) سے تعبیر کیا گیا۔ اس نظام حکومت میں انسانیت ظلم واستبداد کے جس جہنم میں مبتلا رہی' اس کے تصور تک سے (ہمارا اور آپ کا ہی نہیں) ہلاکو اور چنگیز تک کا کلیجہ دہل جاتا ہے۔ نوع انسان کی تاریخ میں' تھیا کریسی سے بدتر دور کبھی نہیں آیا۔ ہلاکو

اور چنگیز خاں کے دل میں شاید کبھی کھٹک پیدا ہو جاتی ہو کہ ہم بے گناہوں پر کیوں ظلم کر رہے ہیں لیکن جو ظلم وتشدد خدا کے نام پر برپا کیا جائے اس سے تو ظالم اور مستبد حکمران اطمینان ہی نہیں، فخر محسوس کرتا ہے کہ میں خدائی مشن پورا کر رہا ہوں۔

مختصر الفاظ میں تھیا کریسی سے مراد ہے ایسا نظام حکومت جس میں انسانوں کے وضع کردہ احکام وقوانین کو احکام خداوندی کہہ کر نافذ کیا جائے اور ان کی مخالفت کرنے والوں کو مرتد قرار دے کر حوالہ دار ورسن کر دیا جائے۔ ان مظالم کی بنا پر تھیا کریسی کے خلاف جو ردعمل ہوا اسے سیکولرازم سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس نظام کے حامیوں نے کہا کہ مذہب کو مملکت اور حکومت سے کوئی واسطہ نہیں۔ مذہب کا دائرہ گرجا کی چاردیواری تک محدود ہے۔ مملکت کے معاملات' قوم کی منشاء کے مطابق' کسی قسم کی حدود وقیود کے بغیر' آزادانہ طے پائیں گے۔ انہوں نے مذہب کے لبادہ کے ساتھ' اخلاقی اقدار واصول کی ''صدری'' کو بھی اتار کر دور پھینک دیا۔ یہ ہے سیکولر نظام حکومت جس میں قانون سازی کے کلی اختیارات' کسی قسم کی حدود وشرائط کے بغیر' قوم (انسانوں) کو حاصل ہوتے ہیں۔ اس وقت یہ نظام حکومت (کم وبیش) ساری دنیا میں رائج ہے (اور ساری دنیا اس کے ہاتھوں نالاں بھی ہے)۔

جب انگریزوں نے ہندوستان میں اپنی حکومت قائم کی تو انہوں نے دیکھا کہ اس ملک کے باشندے سخت قسم کے مذہب پرست واقعہ ہوئے ہیں۔ اس بنا پر انہوں نے سوچا کہ یہاں یورپ کی شکل کی سیکولرازم چل نہیں سکے گی۔ انہوں نے اس میں یہ ترمیم کی کہ قوانین کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ ایک شخصی قوانین۔ (Personal Laws) اور دوسرے ملکی قوانین (Public Laws) انہوں نے کہا کہ شخصی قوانین کی حد تک ہر شخص کو آزادی ہوگی کہ وہ اپنے عقیدہ اور مسلک کے مطابق ان کا اتباع کرے لیکن پبلک لاز میں مذہب کو کوئی دخل نہیں ہوگا۔ یعنی انہوں نے پرسنل لاز کی حد تک' تھیا کریسی رائج کر دی اور پبلک لاز کے لئے سیکولرازم' ہمارے مذہب پرست طبقہ نے اسے مذہبی آزادی سے تعبیر کیا اور وہ اس کے لئے سلطنت انگلشیہ کا بے حد شکر گزار ہوا۔ خود ہمارے ہاں کی ملوکیت نے بھی یہی مسلک اختیار کر رکھا تھا۔ تحریک پاکستان کے دوران' یہی موقف (ہندوؤں اور) نیشنلسٹ علماء کا تھا اور اسی کو ساتھ لے کر وہ پاکستان آئے۔ ان کے برعکس اقبالؒ اور قائداعظمؒ نے اسلامی مملکت کا تصور اور مطالبہ پیش کیا۔

اسلامی مملکت میں حق حکومت نہ مذہبی پیشوائیت کو حاصل ہوتا ہے نہ ملک کے دیگر باشندوں کو' یعنی وہ تھیا کریسی' سیکولرازم یا انگریزوں کی وضع کردہ تھیا کریسی+سیکولرازم' سب کے خلاف ہوتی ہے۔ اس میں حق حکومت خدا کی کتاب (قرآن مجید) کو حاصل ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں وہ اصول اور اقدار دیئے گئے ہیں جو ابدی اور غیر متبدل ہیں۔ مملکت کا فریضہ ان اصول واقدار کو نافذ کرنا ہوتا ہے۔ ان کی تنفیذ کے طور طریقے قوم (امت) کے باہمی مشورہ سے طے کئے جاتے ہیں۔ انہیں آپ جزئی قوانین کہہ لیجئے۔ شرط اس میں بھی یہ ہوتی ہے کہ یہ قرآن کے کسی اصول واقدار سے ٹکرائیں نہیں۔ ان میں پبلک لاز اور پرسنل لاز کی کوئی تفریق اور تمیز نہیں ہوتی۔ پبلک لاز کی طرح ان سب کا اطلاق ملک کے تمام مسلم باشندوں

پر یکساں ہوتا ہے۔ یہ قوانین زمانے کے تقاضوں کے مطابق بدلتے رہیں گے اور قرآنی اصول واقدار (جنہیں حدود اللہ کہہ لیجئے) ہمیشہ کے لئے غیر متبدل رہیں گے۔ اس مشاورت کی عملی شکل کیا ہوگی؟ اسے بھی امت، باہمی مشورے سے (مندرجہ بالا شرط کے تحت) خود طے کرے گی۔

یہ ہیں اسلامی مملکت کے نمایاں خط وخال...... قرآن کریم نے بہ نص صریح کہہ دیا ہے کہ اس کے سوا جو نظام حکومت بھی ہے وہ کافرانہ نظام ہے، ارشاد خداوندی ہے:

وَمَنۡ لَّمۡ يَحۡكُمۡ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰۤـئِكَ هُمُ الۡكٰفِرُوۡنَ (5:44)

جو لوگ خدا کی کتاب کے مطابق حکومت قائم نہیں کرتے وہی کافر ہیں۔

ان تصریحات سے یہ حقیقت آپ کے سامنے آ گئی ہوگی کہ جو چیز اسلامی نظام مملکت کو غیر اسلامی نظام سے متمیز اور ممتاز کرتی ہے وہ یہ ہے کہ اسلامی مملکت میں قانون سازی کے اختیارات ان اصول واقدار خداوندی سے مشروط اور ان کے تابع ہوتے ہیں جنہیں حدود اللہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہ حدود منزل من اللہ ہوتے ہیں اور ابدی اور غیر متبدل۔ قرآن کریم نے اس حقیقت کو متعدد مقامات میں دہرایا ہے۔ سورہ الانعام میں ہے:

وَتَمَّتۡ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدۡقًا وَّعَدۡلًا ؕ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ (6:115)

''تیرے رب کے اصول وقوانین، صدق وعدل کے ساتھ مکمل ہو گئے۔ اب ان میں کوئی اتھارٹی تبدیلی نہیں کرسکتی''۔

(نیز 6:34، 27:18) سورۃ یونس میں ہے: لَا تَبۡدِيۡلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ؕ (10:64)

''قوانین وحدود خداوندی میں تغیر وتبدل نہیں ہوسکتا''۔ اس کے برعکس دنیا کے ہر نظام میں (خواہ وہ ملوکیت ہو خواہ آمریت اور خواہ مغرب کی جمہوریت) قانون سازی کے اختیارات پر کسی قسم کی پابندی نہیں ہوتی، یہی بنیادی تخصیص، اسلامی اور غیر اسلامی نظام میں مابہ الامتیاز ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ قائداعظمؒ پاکستان میں سیکولر سٹیٹ قائم کرنا چاہتے تھے، تو پھر مسلمانوں کے لئے جداگانہ مملکت کی وجہ جواز باقی نہیں رہتی۔ جو لوگ بددیانتی سے ایسا کہتے ہیں ان کا مقصد یہی ہے۔ اقبالؒ اور قائداعظمؒ نہ سیکولر سٹیٹ چاہتے تھے، نہ تھیا کریٹک سٹیٹ، وہ خالصتاً قرآنک سٹیٹ متشکل کرنا چاہتے تھے۔

والسلام، علامہ غلام احمد پرویز

طلوع اسلام دسمبر 1980ء

(صفحہ: 11 تا 64)

ادارہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قائداعظم اپنوں اور غیروں کی نظر میں

☆''میں بڑی مدت سے مسٹر جناح کو جانتی ہوں' ان کے بارے میں خواہ کوئی رائے بھی قائم کی جائے لیکن میں یہ پورے وثوق سے کہہ سکتی ہوں کہ ان کو کسی قیمت پر بھی خریدا نہیں جا سکتا''۔

(بلبلِ ہند مسز سروجنی نائیڈو) (طلوع اسلام' اکتوبر 1960ء' ص:51)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''ہندوستان میں آپ ہی کی ذات ایسی ہے جس سے قوم کو یہ امیدیں وابستہ کرنے کا حق حاصل ہے کہ مستقبل میں جو سیلاب آنے کا خدشہ ہے اس میں صرف آپ ہی ملت کی صحیح راہنمائی کر سکیں گے''۔

(علامہ اقبال کا مکتوب قائداعظم کے نام' 11 جون 1937ء) (طلوع اسلام' ستمبر 1960ء' ص:56)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''مسلم لیگ ایک عظیم المرتبت آرگنائزیشن ہے' اس کا صدر (قائداعظمؒ) ایک وقت میں کانگریس کا پرجوش حامی تھا اور اس سے ہماری بہترین امیدیں وابستہ تھیں لارڈ ولنگٹن سے اس کی معرکہ آرائیاں کبھی فراموش نہیں کی جا سکتیں''۔

(اعتراف مسٹر گاندھی' ہریجن' 7 اکتوبر 1939ء) (طلوع اسلام' اکتوبر 1960ء' ص:49)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''ہندوستان کو جب بھی آزادی نصیب ہوئی وہ جناح ہی کے دماغ کی بدولت ہوگی''۔

(حیات محمد علی' گوپال کرشن گوکھلے) (طلوع اسلام' اکتوبر 1960ء' ص:49)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''مسٹر جناح بے حد پرکشش انسان ہیں' ایک مقناطیسی کشش' ان کی آواز میں صداقت اور خلوص کی ایسی قوت کارفرما نظر آتی ہے جو میں نے بہت کم زعماء میں دیکھی ہے۔ بہت ہی کم زعماء ہیں۔ میں عصر حاضر کے اکثر زعماء سے ملا ہوں لیکن اپنے مافی الضمیر کے اظہار کی جتنی کاملانہ قدرت قائداعظم کو حاصل ہے کسی دوسرے میں نظر نہیں آتی''۔

(سلطان شہریار' سابق وزیراعظم انڈونیشیا) (طلوع اسلام' ستمبر 1975ء' ص:25)

☆''وہی ایک لیڈر ہے جس نے ہمیشہ صداقتوں کو بے نقاب کیا''۔

(مقالہ افتتاحیہ اسٹیٹسمین '12 جولائی 1940ء) (طلوع اسلام' جنوری 1966ء' ص:46)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''دراز قد' چھریرا بدن' وضعدار' سلک سوٹ زیب تن کئے ہوئے اور یک چشمی عینک لگی ہوئی' ایک سفید کالر گلے میں جسے وہ شدید گرمیوں میں استعمال کرنے کا عادی ہے' وہ شرفائے ہسپانیہ کی طرح نظر آتا ہے۔ سیاسی مسلک میں کہنہ مشق مدبر ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کوئی باعظمت شخصیت سینٹ جیمز کلب میں رونق افروز' کوئی لطیف سا مشروب نوشِ جاں کر رہی اور جریدہ ''لی ٹیمز'' کے مطالعہ میں مصروف ہو''۔ (بیورلے نکلسن' ورڈکٹ آف انڈیا) (طلوع اسلام' ستمبر 1975ء' ص:12)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''جناحؒ کی شخصیت بھی بڑی نمایاں اور ممتاز تھی۔ چٹان کی طرح اپنے مقام پر محکم اور سخت' اور اس کے ساتھ انتہائی درجہ کا ٹھنڈے دل و دماغ کا انسان۔ یہ ممکن ہی نہیں تھا کہ تم اس کے سینے کی گہرائیوں میں اتر سکو۔ نہایت ذہین و فطین' وہ میرے دلائل کو نہایت آسانی سے سمجھ جاتا لیکن اس کے بعد ایسا محسوس ہوتا جیسے اس نے اپنے اور میرے درمیان کوئی پردہ لٹکا دیا ہو۔ وہ تمام دلائل کو ایک طرف رکھ دیتا اور میں ان کے جواب کے لئے اس کے دماغ میں ذرا سا تحرک پیدا کرنے میں بھی ناکام رہتا۔ میں اسے اس کے مقام سے ذرا سا بھی سرکا نہ سکتا''۔ (لارڈ ماؤنٹ بیٹن) (طلوع اسلام' اکتوبر 1976ء)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''ایک صاف ستھرا' انتہائی باسلیقہ نوجوان جس کی چال ڈھال دل پر گہرا اثر ڈالتی ہے۔ گفتگو میں منطقی' داؤ پیچ کا زبردست ماہر۔ اپنی بات کو سولہ آنے منوانے کا مدعی' وہ اپنی رائے میں کسی ترمیم کا روادار نہیں۔ اگر اس کی پوری بات نہ مانی جائے تو آدھی بات ماننے پر کبھی راضی نہیں ہوگا۔ میں اس سے باتیں کر کے ہار گیا' لارڈ چمسفورڈ نے اس سے بحث کرنے کی کوشش کی' لیکن جناحؒ کی قوت استدلال نے اسے پوری طرح الجھا کر چاروں شانے چت گرا دیا۔ وہ ایک انتہائی ذہین شخصیت کا مالک ہے۔ اس سے بڑھ کر حقوق کی پامالی اور کیا ہو سکتی ہے کہ جناحؒ جیسے انسان کو بھی نظامِ مملکت میں دخل حاصل نہ ہو''۔ (مان ٹیگو' 1918ء) (طلوع اسلام' اکتوبر 1976ء)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''انہوں نے اپنی ذات کو ایک بہترین نمونہ پیش کر کے اپنے اس دعوے کو ثابت کر دیا کہ مسلمان ایک علیحدہ قوم ہیں۔ ان میں وہ ذہنی لچک نہیں تھی جو انگریز کے نزدیک ہندوستانیوں کا خاصہ ہے۔ ان کے تمام خیالات ہیرے کی طرح قیمتی' واضح اور بین ہوتے تھے' ان کے دلائل میں ہندو لیڈروں جیسی حیلہ سازی نہ تھی بلکہ وہ جس نقطۂ نظر کو ہدف بناتے تھے اس پر براہ راست نشانہ باندھ کر وار کرتے تھے' وہ ایک ناقابلِ تسخیر حریف تھے''۔

(لندن ٹائمز' وفات قائداعظم پر اظہار) (طلوع اسلام' ستمبر ۱۹۶۰ء' ص ۵۸)

☆''میں نے بیس (20) سال پہلے پاکستان کی حمایت میں قلم اٹھایا تھا اور ایک دنیا میری مخالف ہوئی' لیکن میں نے پاکستان کی حمایت میں جو کچھ لکھا تھا اس کی صداقت پر مجھے اس لئے یقین تھا کہ میں جناحؒ صاحب کو جانتا تھا اور آج اگر پاکستان کی نئی نسل کے دلوں میں پاکستان کی محبت کم ہورہی ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ نسل جناحؒ سے واقف نہیں''۔

(بیورلے نکلسن کا ایک حالیہ اعتراف) (طلوع اسلام' فروری 1963ء' ص:33)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''کوئی شخص اگر ''میموریل'' کا مستحق ہے تو وہ صرف مسٹر جناح ہیں۔ جن کی بلند حوصلگی اور بے خوف قیادت نے قومی زندگی میں حقیقتاً نئے دور کا آغاز کر دیا ہے۔ مسٹر جناح کے عزمِ صمیم میں ہمارے مرحوم لیڈروں' دادا بھائی نوروجی اور گوپال کرشن گوکھلے کی روح جلوہ گر نظر آتی ہے...... انہوں نے عوام کے حقوق کی راہنمائی کی ہے اور ایک عظیم المرتبت محب وطن کی حیثیت سے' ان کا نام ہمیشہ ہمارے دلوں میں تر و تازہ رہے گا...... مسٹر جناح ہر اعتبار سے ایک مستقل حیثیت رکھتے ہیں اور ایک میموریل کے بجا طور پر مستحق ہیں''۔ (مسٹر پی' ڈی لام کی اپیل) (عظمت کردار کا گوہرِ تابدار' ص:7' دوسرا ایڈیشن)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''قائداعظمؒ کے بڑے سے بڑے سیاسی حریف نے بھی کبھی ان کے خلاف' بد دیانتی یا مفاد پرستی کا الزام عائد نہیں کیا تھا۔ انہیں کوئی شخص' کسی قیمت پر بھی خرید نہیں سکتا تھا۔ نہ ہی وہ مرغ بادنما تھے جو شہرت عطا کرنے والی ہواؤں کے ساتھ اپنا رخ کردار بدل لیتے یا وقتی مفادات کی خاطر اپنے سیاسی اصولوں میں تبدیلی کرتے۔ وہ اصولوں کی پابندی میں چٹان کی طرح سخت اور بلند ترین۔ عزتِ نفس وحمیت کے پیکر تھے''۔ (ایچ۔ وی۔ ہاڈسن) (عظمت کردار کا گوہرِ تابدار' ص:13' دوسرا ایڈیشن)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''مسلم لیگ کے بدترین دشمن بھی مسٹر جناح کی لیڈرشپ (قیادت) کو رشک کی نگاہوں سے دیکھنے پر مجبور ہوں گے۔ لیگ نے پچھلے ہفتہ جو عظیم انقلابی فیصلہ کیا ہے اس سے ہمارے دلوں میں بے ساختہ یہ آرزو ابھرتی ہے کہ کاش! انڈین نیشنل کانگریس میں جناحؒ جیسے مسلم الثبوت تدبر کا ماہر کوئی ایک لیڈر رہوتا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مسٹر جناحؒ کے اس ایک فیصلے نے' انگریز اور کانگریس دونوں کو بوکھلا کر رکھ دیا ہے' اور اس عامیانہ الزام کی دھجیاں بکھیر دی ہیں کہ مسلم لیگ برطانوی استعمار کی پروردہ جماعت ہے''۔ (مشہور کانگریسی ہفتہ وار اخبار Blitz کا اعتراف) (اصفہانی' ص:188' عظمت کردار کا گوہرِ تابدار' ص 20' دوسرا ایڈیشن)

☆☆☆☆☆☆☆

☆''ان کی گذشتہ عظیم الشان خدمات' سچی حب الوطنی اور جذبۂ حریت ایسی صفات ہیں جو نہ تو کسی سفارش کی محتاج ہیں اور نہ کوئی شخص ان کی عظمت کو کم کرنے کی جرأت کرسکتا ہے۔ علاوہ بریں جناحؒ کے ناقابلِ تسخیر جذبۂ جہاد نے باقی شہریوں کے مقابلہ میں انہیں بہت بڑا امتیازی مقام عطا کر دیا ہے''۔ (بمبئی کرانیکل) (عظمت کردار کا گوہرِ تابدار' ص:9' دوسرا ایڈیشن)

ادارہ طلوعِ اسلام کنونشن 2022ء

ادارہ طلوعِ اسلام کے زیرنگرانی تحریک طلوع اسلام قرآنی کنونشن گلبرگ لاہور میں منعقد ہورہا ہے۔

کھلا اجلاس بمورخہ 11 دسمبر 2022ء صبح 9 بجے تا عصر 3 بجے منعقد ہوگا۔شرکت کے خواہشمند اراکین و متفقین اور حقیقت کے متلاشی حضرات قریبی بزموں کے نمائندوں سے درجہ ذیل نمبرز پر رابطہ کریں:

بزم	نمائندہ فون نمبر	بزم	نمائندہ فون نمبر
ایبٹ آباد	احمد نواز خان، 0314-5035285	اسلام آباد	ڈاکٹر انعام الحق، 051-8357302
اوکاڑہ	میاں احمد علی، 0321-7082673	پنج کسی	ڈاکٹر محمد سلیم قمر، 0301-6526518
چوٹی زیریں	ارشاد احمد لغاری، 0331-8601520	چنیوٹ	چوہدری دلمیر خان، 0321-7704564
راولپنڈی	ملک محمد سلیم ایڈووکیٹ، 0331-5035964	راولپنڈی	امجد محمود، 0322-5081985
سرگودھا	ملک محمد اقبال، 0306-6730342	سیالکوٹ	محمد حنیف، 0300-7158446
فیصل آباد	محمد عقیل حیدر، 0313-3256700	فیصل آباد	ڈاکٹر ایم یونس جاوید، 0300-7656804
کراچی DHA	فہد نذیر، 0300-2275702	کراچی ملیر سٹی	آصف جلیل، 0333-2121992
لاہور	محمد عمر، 0300-4333806	مینگورہ سوات	ارشد علی، 0345-8567600
علی گرامہ سوات	اقلیم خان، 0341-4342200	فتحپور سوات	خالد اختر، 0345-6080030

نوٹ: تمام شرکاء کو پیشگی طور پر اطلاع دی جاتی ہے کہ کنونشن میں کسی بھی موقع پر طلوعِ اسلام کے علاوہ کسی دوسرے تنظیم یا فرد کا ایجنڈا زیر بحث لانے یا لٹریچر تقسیم کرنے کی سختی سے ممانعت ہوگی۔شرکاء سے اُمید ہے کہ کسی بھی بدمزگی سے بچنے کیلئے وہ ان ہدایات کی خلاف ورزی سے گریز کرکے کنونشن کے کامیاب انعقاد کو یقینی بنائیں گے (شکریہ)۔

خورشید انور

(چیئرمین ادارہ طلوعِ اسلام)

4- وہ دائرہ اسلام سے باہر چوٹی کے حکماء اور فُضلاء کو ذہن میں رکھیں کیونکہ یہی لوگ ہیں جن کے قائل ہونے سے دنیا کی ذہنی فضا سے باطل تصورات کا اثر زائل کیا جاسکتا ہے۔

5- وہ علمی دنیا کے مسلمہ حقائق سے آغاز کر کے ان قرآنی حقائق کی طرف آئیں جن کی صحت لوگوں کے نزدیک مسلم نہیں۔

6- کسی غلط عقیدہ کی محض نفی مخالفین کو قائل نہیں کرسکتی جب تک اس کے مقابل کے صحیح تصور کا اثبات نہ کیا جائے۔

7- وہ ایک فلسفہ یا ایک فلسفیانہ خیال کی تردید کے لئے جن تصورات کو صحیح سمجھ کر کام میں لائیں تو کسی دوسرے فلسفہ یا فلسفیانہ خیال کی تردید کرتے ہوئے اسے غلط قرار نہ دیں۔ بلکہ اپنے موقف پر قائم رہیں۔

8- مغرب کے صحیح تصورات کو نہ تو رد کریں اور نہ ہی ان کے غلط تصورات کو قبول کریں۔

9- ہر غلط فلسفہ کے اندر وہ جن تصورات کو صحیح سمجھیں انہیں دوسرے فلسفوں کی تردید کرتے ہوئے غلط قرار نہ دیں اور جن تصورات کو غلط سمجھیں، انہیں دوسرے فلسفوں کی تردید کرتے ہوئے صحیح قرار نہ دیں ورنہ وہ اپنی تردید خود کریں گے۔

(3) ڈاکٹر برہان احمد فاروقی کا موقف:

1- کسی علمی صداقت کے ساتھ متصادم نہ ہو بلکہ ہر زمانہ میں تمام علمی صداقتوں کے ساتھ پوری طرح سے ہم نوا اور ہم آہنگ رہے اور جوں جوں علمی صداقتیں منکشف ہوں وہ اس کے اندر سماتی چلی جائیں۔

2- جس کے تمام تصورات ایک دوسرے کے ساتھ عقلی ربط وضبط رکھتے ہوں اور ایک دوسرے کی عقلی تائید اور توثیق کرتے ہوں۔ یہ اسی صورت میں ممکن ہوسکتا ہے جب اس کے تمام تصورات قرآن کے بنیادی تصور کے ساتھ عقلی طور پر متعلق ہوں۔

3- جو تمام باطل فلسفوں کی موثر تردید کرتی ہو۔

4- جو کائنات کا ایک مکمل فلسفہ ہو اور حقیقتِ انسان وکائنات کے اہم مسائل کے بارے میں عملی راہ نمائی کرتی اور صداقت اور سچائی کا راستہ بتاتی ہو۔

5- جو علمی تصورات کی خامیوں کو آشکار کر کے انہیں پاکیزہ اور شُستہ بناتی ہو۔

6- جو ہمیں احکامِ دین کی حکمتوں اور علتوں کے پورے سلسلہ سے آگاہ کرتی ہو اور ان حکمتوں اور علتوں کا ایک ایسا تصور دیتی ہو، جس میں اندرونی طور پر کوئی تضاد نہ ہو۔

(اشاعت کے لئے محترم ڈاکٹر انعام الحق نے تعاون کیا ہے۔)

PUBLISHED SINCE 1938 AT THE BEHEST OF ALLAMA IQBAL[R] AND QUAID-E-AZAM[R]

CPL.NO. 28
VOL.75
ISSUE
12

Monthly **TOLU-E-ISLAM**

25-B, Gulberg 2, Lahore, Pakistan
Phone. 042-35714546, 042-35753666
E-mail:idarati@gmail.com Web: www.toluislam.org
www.facebook.com/talueislam/ www.youtube.com/idaratolueislam